ابوبکر صدیقؓ

حالاتِ زندگی و دورِ خلافت

الھدیٰ انٹر نیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن

الحمدللہ

سب تعریفیں و شکر اللہ کے لیے

اُستاذہ محترمہ

ڈاکٹر فرحت نسیم ھاشمی

کے نام

جن کی مسلسل رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی بدولت خلق کی بھلائی کے لیے یہ کام ممکن ہوا

ربنا تقبل منا

Al Huda International Welfare foundation

خصوصیات ابوبکرؓ

- آزاد مردوں میں سب سے ایمان لانے والے
- اسلام کے لیے سب سے زیادہ مال و دولت خرچ کرنے والے
- رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کر کے صدیق کا لقب پانے والے
- رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفرِ ہجرت کا اعزاز پانے والے
- جان نثار ساتھی کی طرح نبی ﷺ کی حفاظت کرنے والے
- غارِ ثور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر ثانی اثنین کا لقب پانے والے
- اپنے بلند اخلاق و بہترین کردار کی بدولت خلق کے دل میں گھر کرنے والے
- اپنی زندگی میں جنت کی بشارتیں پانے والے
- السابقون الاوّلون کی صفِ اول میں رہنے والے
- نورانی چہرے اور دلنشین سیرت والے
- بیواؤں، یتیموں اور حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرنے والے
- سب سے زیادہ رحمدل، لاوارثوں وضعیفوں کی خدمت کرنے والے
- مسلمانوں کے پہلے خلیفہ کا اعزاز پانے والے
- وقت کی عظیم الشان سلطنتوں کو سرنگوں کرنے والے
- خلافت میں نیکی، عدل و تقوی اور مساوات کی اعلیٰ بنیاد ڈالنے والے

خلیفۂ اوّل ابوبکر صدیقؓ

تعارف

حضرت ابوبکرؓ کی عظمت کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان مبارک سے ہوتا ہے۔

”لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلٰكِنْ أَخِي وَ صَاحِبِي“ [1]

”اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، لیکن وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہے۔“

حضرت ابوبکرؓ ۵۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکرؓ، لقب صدیق اور عتیق تھا۔ آپؓ کے کسی بیٹے کا نام ”بکر“ نہ تھا مگر آپؓ اپنی کنیت ”ابوبکر“ سے ہی معروف ہوئے۔

آپؓ کے والد کا نام عثمانؓ اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ والدہ کا نام سلمیٰؓ اور کنیت اُم الخیر تھی۔ قریش کی شاخ بنو تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ مکی ریاست میں خون بہا کی امانت داری اسی قبیلہ کے سپرد تھی۔ آپؓ کا شجرہ نسب چھٹی پشت پر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ آپؓ کی چار پشتوں کو صحابہ اور صحابیات ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ کے والد، آپؓ خود، تمام اولاد اور آپؓ کے نواسے وغیرہ سب صحابہ تھے۔

آپؓ کم گو، سنجیدہ مزاج، باوقار اور حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے۔ ہمیشہ سچ بولتے اور اپنی سچی اور شیریں گفتگو سے ہر ایک کا دل موہ لیتے۔ قد موزوں، جسم دُبلا، پیشانی کشادہ، بال گھنگھریالے اور چہرہ حسین تھا۔ آپؓ کے مشورے فہم و فراست پر مبنی ہوتے لہٰذا لوگ اکثر مسائل و جھگڑوں میں آپؓ سے رجوع کرتے تھے۔

خانگی زندگی

حضرت ابوبکرؓ اپنے اہلِ خانہ سے بہت اچھا سلوک کرتے لہٰذا آپؓ کی خانگی زندگی نہایت خوشگوار تھی۔ قُتَیلہ بنت عبدالعزیٰ اور ام رُمانؓ بنت عامر بن عمیرہ سے آپؓ نے اسلام سے پہلے اور اسما بنت عمیسؓ اور حبیبہ بنت خارجہؓ سے اسلام سے بعد عقد کیا۔

مکہ کے رئیس عبدالعزیٰ کی بیٹی قُتیلہ سے آپؓ کی پہلی شادی ہوئی اور ان سے حضرت اسماءؓ اور حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ چونکہ قُتیلہ نے اسلام قبول نہیں کیا لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے انہیں ہجرت سے پہلے ہی طلاق دے دی تھی۔ دوسری شادی مکہ میں امِّ رُمان سے ہوئی جن کا تعلق خاندانِ فراس سے تھا۔ انہوں نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کر کے صحابیہ ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ان سے حضرت عبدالرحمانؓ اور امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو مسلمان ہی پایا۔ جب رسولؐ نے ام رُمان کو قبر میں اتارا تو ان کے لیے مغفرت کی دعا کی اور فرمایا، '' اے خدا تجھ پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اُم رُمان نے تیرے لیے اور تیرے پیغمبر کی خاطر کیا کیا تکلیفیں اٹھائی ہیں''۔[۲]

مدینہ منورہ میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنے انصار بھائی کی بیٹی حضرت حبیبہ بنت خارجہؓ سے شادی کی اور ان کے ہمراہ مقامِ سُخ میں رہنے لگے۔ حبیبہ بنت خارجہؓ قبیلہ حارث بن خزرج سے تھیں اور انہی سے آپؓ کی سب سے چھوٹی بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ جنگِ موتہ کے بعد حضرت جعفر طیارؓ کی بیوہ حضرت اسما بنتِ عمیسؓ سے حضرت ابوبکرؓ نے شادی کی جن کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا۔ ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ آپ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی ماں شریک بہن تھیں۔

ذریعہ معاش

اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت ابوبکرؓ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ آپؓ نے کپڑے کی تجارت کے سلسلے میں یمن، عراق، شام وغیرہ کا سفر کیا۔ آپؓ کا شمار مکہ کے امیر اور معزز لوگوں میں ہوتا تھا اور اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ قبولِ اسلام کے وقت آپؓ چالیس ہزار اشرفیوں کے مالک تھے۔ حضرت ابوبکرؓ مکہ

کے اسی محلّہ میں رہتے تھے جس میں حضرت خدیجہؓ اور شہر کے دیگر مشہور تاجر رہتے تھے۔

قبولِ اسلام

حضرت ابوبکرؓ اگرچہ اپنے قبیلے کے نہایت معزز اور مالدار انسان تھے، اس کے باوجود ان کی حق پرست طبیعت میں سچائی کی طلب تھی۔ لہٰذا جوں ہی رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی، انہوں نے فوراً اسلام قبول کر کے محمد ﷺ کے رسول ہونے کی تصدیق کر دی۔

یوں آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل کیا اور قبولِ اسلام کے وقت آپؓ کی عمر اڑتیس (۳۸) برس تھی۔

دعوتِ اسلام و استقامت

حضرت ابوبکرؓ کو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی حمایت اور اپنے دین کی اشاعت کے لیے چن لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ سب سے پہلے مبلغِ اسلام تھے۔ انتہائی نرم خو اور پاکیزہ نفس کے مالک تھے اور ان کے دل میں دوسروں کے لیے اس قدر خیر خواہی تھی کہ مسلمان ہوتے ہی اپنے دوستوں میں اسلام کی اشاعت کیلئے جدوجہد شروع کر دی۔

حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ، حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح، حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص آپ ہی کی دعوت سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے چچازاد بھائی حضرت طلحہؓ کے قبولِ اسلام کا علم جب قریش کے ایک سردار نوفل کو ہوا تو اسے بہت غصہ آیا کیونکہ وہ اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اس نے ان دونوں کو رسی سے باندھ کر جسمانی تشدد کیا۔ اسی طرح حضرت طلحہؓ کے بڑے بھائی اور چچا نے بھی ان پر بہت سختی کی مگر وہ ہر قسم کی جسمانی تکلیف برداشت کرتے ہوئے صبر و استقامت سے اسلام پر قائم رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کی ایذا رسانی کے باوجود تبلیغ اسلام کا سلسلہ تیرہ سال جاری رکھا۔ بے بسی کے اس دور میں بھی حضرت ابو بکرؓ اپنی جان، مال، رائے اور مسلسل رفاقت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے دستِ راست بنے رہے۔ رسول اللہ ﷺ روزانہ صبح و شام حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور دیر تک آپؓ کے ساتھ مختلف معاملات پر گفتگو فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ قبائلِ عرب کی محفلوں میں تبلیغ کے لئے جاتے تو حضرت ابو بکرؓ ساتھ ہوتے اور ماہر علم الانساب و کثرتِ ملاقات کے باعث لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کا تعارف کرواتے۔

کعبہ میں ایک مرتبہ کفار نے رسول اللہ ﷺ کو گھیر کر مارنے کا ارادہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو گھر میں کسی نے خبر دی تو وہ دوڑے دوڑے آئے اور کافروں کو غصے سے ہٹاتے ہوئے یہ آیت پڑھی،

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ

(المؤمن 28:) ۳

”کیا تم اس لئے ایک شخص کو مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمھارے رب کی طرف سے واضح نشانیاں لے کر تمہارے پاس آیا ہے۔“

یہ سننا تھا کہ کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ کو مارنا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک نے اپنے جوتے سے اُن کی ناک اور منہ پر اس قدر مارا کہ وہ لہولہان ہو کر بے ہوش ہو گئے مگر مسلسل یہی کہتے رہے،

”اے عزت و شان والے تیری ذات بہت برکت والی ہے،،

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ ابا جان نیم بیہوش، شدید زخمی حالت میں گھر لائے گئے۔ چہرہ لہولہان تھا اور خون بالوں میں جم چکا تھا۔ ذرا ہاتھ لگانے سے بالوں کی لٹیں جھڑ جاتیں۔ جیسے ہی ہوش میں آئے تو قبیلے والوں نے ان کی بیوی قُتَیلہ سے کہا کہ انہیں دودھ دو تا کہ طبیعت بحال ہو سکے۔ لیکن انہوں نے کہا، ”اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ کو دیکھ نہ لوں۔“ یہ سنتے ہی قبیلے والوں کو سخت غصہ آیا اور انہیں برا بھلا کہتے ہوئے چلے گئے کہ جس شخص کی وجہ سے اس حال کو پہنچے ہیں پھر بھی انہی کا

ذکر کر رہے ہیں۔مگر حضرت ابوبکرؓ نے قبیلہ والوں کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر فرمایا،''مجھے رسول اللہﷺ کے پاس لے چلو۔'' چنانچہ رات کے وقت جب وہ دوسروں کا سہارا لئے کفار سے چھپتے چھپاتے جب دارالارقم میں رسول اللہﷺ کے پاس گئے تو ان کی زخمی حالت دیکھ کر رسول اللہﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپؐ نے فرطِ محبت سے ان کی پیشانی چوم لی۔

ارادہ ہجرتِ حبشہ

جب کفار کی اذیتیں حد سے بڑھ گئیں تو حضرت ابوبکرؓ حبشہ کی جانب ہجرت کے ارادے سے نکلے، برک الغماد پہنچے تو قارہ قبیلہ کے سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔اس نے پوچھا''ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے؟ ''انہوں نے فرمایا،''میری قوم (قریش) نے مجھے نکال دیا ہے۔میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیر وسیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔'' ابن الدغنہ نے کہا،''ابوبکر! تم جیسا آدمی نہ وطن سے نکل سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے۔تم تو یہاں کے رہنے والوں کی آن بان ہو۔مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہو،غریبوں، محتاجوں ،یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرتے ہو،دکھی لوگوں کے دکھ دور کرنے کی کوشش کرتے ہو اور نیکی کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہو۔مکہ واپس چلو، میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں اور تم اپنے شہر میں رہ کر ہی اپنے رب کی عبادت کرو۔''

ابن الدغنہ نے اپنی پناہ کا اعلان کر دیا اور ابوبکرؓ واپس مکہ آگئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے صحن میں ہی چھوٹی سی مسجد بنالی اور اسی میں عبادت کرتے۔ یوں سب سے پہلی مسجد بنانے کی سعادت بھی حضرت ابوبکرؓ نے حاصل کر لی۔حضرت ابوبکرؓ بہت رقیق القلب تھے اور قرآن پاک کی تلاوت اس سوز سے کرتے کہ راہ چلتے قریش کی عورتیں اور بچے بے اختیار رک کر اللہ کا کلام سننے لگتے۔ کفار کو اس پر اعتراض ہوا اور انہوں نے ابن الدغنہ سے کہا کہ''تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اس سے باز آجائے کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہو کر اپنے آبائی مذہب سے ہٹ نہ جائیں۔'' جب ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکرؓ کو بلند آواز سے تلاوت کرنے سے روکا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کی یہ بات ماننے

سے انکار کر دیا اور فرمایا، ''مجھے تمہاری پناہ کی حاجت نہیں کیونکہ میرے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ ہی کافی ہے۔'' ان کا انکار سن کر ابن الدغنہؓ نے اپنی پناہ واپس لے لی تاہم چند سالوں بعد وہ خود بھی مسلمان ہو گئے۔

ہجرت اور رسول اللہ ﷺ کی رفاقت

مکہ میں کفار کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی، تاہم رسول اللہ ﷺ نے خود ہجرت نہ کی اور حضرت ابو بکرؓ نے جب ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''جلدی نہ کرو شاید کہ اللہ تمہیں میرا ساتھی بنا دے۔'' لہٰذا حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ کے ہمراہ حکم کے منتظر رہے اور اس دوران دو اونٹنیوں کو تیز رفتار کرنے کے لئے کیکر کے پتے کھلا کھلا کر سفرِ ہجرت کے لئے تیار کرتے رہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ٹھیک دوپہر کو سر چھپائے، خلافِ معمول ایسے وقت آئے جو آپ ﷺ کے تشریف لانے کا وقت نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو آتے دیکھ کر فرمایا، ''میرے ماں باپ رسول اللہ ﷺ پر قربان! اللہ کی قسم آپ ﷺ اس وقت جو آئے ہیں تو یقیناً کوئی کام ہے۔'' اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اجازت دی تو اندر آ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''لوگوں سے کہو ذرا باہر جائیں۔'' حضرت ابو بکرؓ نے کہا، ''یہاں رسول اللہ ﷺ ہی کے گھر والے ہیں۔'' یعنی حضرت عائشہؓ جن سے رسول اللہ ﷺ کا نکاح ہو چکا تھا اور ان کی والدہ وہاں موجود تھیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔'' یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، ''میرے ماں باپ رسول اللہ ﷺ پر قربان! کیا میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلوں گا؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ہاں۔'' حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر خوشی سے رو پڑے۔[5]

اس کے بعد سفر کی تیاری کرتے ہوئے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں اونٹنیاں پیش کرتے ہوئے فرمایا ''آپ ﷺ ان دونوں اونٹنیوں میں سے کوئی ایک اونٹنی لے لیجئے''، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیمتاً لوں

گا اور قیمت ادا کردی۔ اس کے بعد یہ طے پایا کہ عبداللہ بن اریقط تین روز کے بعد اونٹنیاں لے کر غارِ ثور کے قریب ان دونوں کا انتظار کریں گے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نے جلدی سے دونوں کے لئے سامان سفر تیار کیا اور چمڑے کے ایک تھیلے میں کھانا ڈالا۔ میری بہن اسماءؓ کو کچھ اور نہ ملا تو اس نے اپنا نطاق (کمر بند) پھاڑ کر اس تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماؓ کو ذات النّطاقین کا لقب عطا کیا یعنی دو کمر بند والی۔

اسی رات رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر چھوڑا اور کفار کے محاصرے سے اس طرح حضرت ابو بکرؓ کے گھر کی طرف نکلے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے جانے کا علم ہی نہ ہو سکا۔ رسول اللہ ﷺ جب ان کے گھر تشریف لے آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کے ہمراہ ہجرت کا سفر شروع کر دیا اور اپنی بقیہ دولت جو تقریباً پانچ چھ ہزار درہم تھی ساتھ لے گئے۔ ان کی روانگی کے بعد ان کے والد نے غصے سے اپنی پوتی سے پوچھا "کیا وہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ گیا ہے یا نہیں؟" تو ان کی ذہین بیٹی حضرت اسماءؓ نے چند پتھروں پر کپڑا اچھایا اور دادا جن کی بینائی کافی کم ہو چکی تھی ان کا ہاتھ اس پر پھیر کر ان کو مطمئن کر دیا کہ ان کے والد گھر والوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔

دورانِ سفر کبھی حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ کے آگے ہو جاتے کبھی پیچھے، رسول اللہ ﷺ نے سبب پوچھا تو کہا کہ جب میرے دل میں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں دشمن سامنے سے نہ آ جائے تو آپ ﷺ کے آگے آ جاتا ہوں پھر جب یہ شک ہوتا ہے کہ کہیں کوئی دشمن پیچھا نہ کر رہا ہو تو آپ ﷺ کے پیچھے ہو جاتا ہوں۔ یہ واقعہ بھی حقیقی دوست کی سچی جاں نثاری کی دلیل ہے۔

مکہ کے جنوب مشرق میں پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر "جبل ثور" ہے، اسی پہاڑ کی خاصی بلندی پر ایک غار واقع ہے جس میں دونوں ساتھیوں نے بالآخر اس رات پناہ لی۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے غار میں پہنچ کر اسے خوب صاف کیا اور تمام سوراخوں کو بند کر دیا تاہم ایک آخری سوراخ کو بند کرنے کیلئے ان کے پاس کچھ نہ بچا، تو اپنی ایڑی اس پر رکھ دی کہ کوئی موذی چیز اس میں سے نہ نکل آئے۔ رسول اللہ ﷺ

چونکہ تھک چکے تھے اس لیے جلد ہی ابوبکرؓ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ اسی سوراخ سے حضرت ابوبکرؓ کو کسی بچھو یا سانپ نے ڈس لیا مگر شدتِ تکلیف کے باوجود وہ ہلے تک نہیں کہ کہیں رسول اللہ ﷺ جاگ نہ جائیں۔ تاہم ضبط کے باوجود آنسو کا قطرہ رسول اللہ ﷺ پر گرا تو آپؐ جاگ گئے اور رونے کی وجہ دریافت کی۔ حضرت ابوبکرؓ کے بیان کرنے پر آپؐ نے اپنا لعاب ان کے پاؤں پر لگایا جس سے زہر کا اثر ختم ہو گیا۔ دونوں ساتھیوں نے تین راتیں اور تین دن اسی غار میں گزارے۔[6]

حضرت ابوبکرؓ کی ہدایت کے مطابق ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ دن بھر کفار مکہ کی باتیں سنتے۔ رات کو چھپتے چھپاتے غارِ ثور میں آ کر رسول ﷺ اور اپنے والد کو کفار کے ارادوں سے مطلع کرتے پھر رات ہی کے پچھلے پہر مکہ واپس لوٹ کر اگلی صبح قریش کے لوگوں کے درمیان ایسے رہتے گویا وہ رات بھر مکہ میں ہی تھے۔ ان کے غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ دن بھر بکریوں کو چراتے اور ایک بکری کا دودھ نہ دوہتے۔ بکریوں کو چراتے ہوئے کچھ رات گزر جانے کے بعد اس بکری کو غارِ ثور میں لے آتے۔ دونوں ساتھی خوب سیر ہو کر تازہ دودھ پیتے اور آرام سے رات بسر کرتے۔ پھر رات کے پچھلے پہر جب حضرت عبداللہؓ لوٹ جاتے تو حضرت عامرؓ بن فہیرہ ان کے نشان قدم پر ہی بکریوں کے ریوڑ کو لوٹاتے تاکہ تمام نشانات مٹ جائیں اور کوئی کھوج نہ لگا سکے۔ گویا حضرت ابوبکرؓ کا سارا خاندان اس سفر میں رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی حفاظت و تعاون میں انتہائی رازداری سے کام لیتے ہوئے پیش پیش رہا۔

مکہ میں کفار نے رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنے والے کو سو اونٹ انعام دینے کا اعلان کیا تو ایک دن کھوج لگانے والے عین غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گئے۔ ان کے قدم غار کے اندر سے دکھائی دیے تو حضرت ابوبکرؓ رو پڑے اور فرمایا ''اگر وہ ذرا بھی نگاہ نیچے کی طرف کریں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔'' حضرت ابوبکرؓ اپنے لئے نہیں بلکہ اس لئے رو رہے تھے کہ کہیں ان کی آنکھوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

یا ابا بکرِ! مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا[7]

''اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے، جن کا تیسرا اللہ ہے۔''

اس کا ذکر قرآن پاک میں یوں کیا گیا ہے،

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبة : 40)

''دو میں سے دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی کو کہہ رہے تھے غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

حضرت ابوبکرؓ کو اس آیت کے حوالے سے ثانی اثنین بھی کہا جاتا ہے یعنی دو میں سے دوسرا۔ اور صَاحِبِہٖ میں ''اس کے ساتھی'' سے بھی مراد حضرت ابوبکرؓ ہی ہیں جن کو اس پُر خطر وقت میں بھی اپنا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی جان کا ہی غم تھا۔ ہم سب مسلمانوں پر حضرت ابوبکرؓ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اس مشکل وقت میں آپ ﷺ کی حفاظت کی اور ساتھ ساتھ رہے۔

انگریز مؤرخ سر ولیم میور حضرت ابوبکرؓ کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں،

"He saved the nascent Islam from extinction "

''انہوں نے نوزائیدہ اسلام کو مکمل طور پر ختم ہونے سے بچایا''

غار ثور سے ہجرت کے بقیہ سفر میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنے غلام حضرت عامرؓ بن فہیرہ کو بھی خدمت کے لئے ساتھ لے لیا۔ عبداللہ بن اریقط مسلمان نہ ہونے کے باوجود قابلِ اعتماد تھا، نیز مختلف راستوں سے واقف بھی تھا لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے اس سے پہلے ہی اجرت پہ معاملہ طے کیا ہوا تھا لہٰذا حسبِ ہدایت تیسری رات کے آخری حصے میں وہ دونوں اونٹنیوں کو لے کر غار ثور کے پاس آ گیا۔ ایک اونٹنی پر رسول اللہ ﷺ اور دوسری پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عامرؓ بن فہیرہ سوار ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط راستے کی رہنمائی کے لئے آگے آگے پیدل چل رہا تھا اور اس نے عام راستہ چھوڑ کر ساحلِ سمندر کا راستہ اختیار کیا۔

راستے میں سراقہ بن جعشم رسول اللہ ﷺ کا کھوج لگاتے ہوئے عین ان کے قریب آ گیا تو حضرت ابوبکرؓ

گھبرا گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

”لا تحزن ان اللہ معنا“

”غم مت کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد آئی اور گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تو سراقہ گر گئے۔ پھر وہ سوار ہو کے آگے بڑھے تو ان کا گھوڑا ریت میں پیٹ تک دھنس گیا۔ تب سراقہ اپنے غلط ارادے سے باز آئے اور رسول اللہ ﷺ سے امان طلب کر لی۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں امان دیتے ہوئے تاکید کی کہ ہمارے بارے میں کسی کو مت بتانا۔ یہ وعدہ کر کے وہ خوشی سے پلٹے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں کسریٰ کے کنگن پہننے کی خوشخبری بھی دی تھی۔ ۸

حضرت ابوبکرؓ تجارت کے سلسلے میں اکثر سفر کرتے رہے تھے، اس لئے عرب کے بہت سے علاقوں کے لوگ ان کو پہچانتے تھے۔ راستے میں بعض لوگ ان کو پہچان لیتے اور پوچھتے ”یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟“ آپؓ جواب دیتے ”یہ ایک صاحب ہیں جو مجھے راستہ دکھا رہے ہیں۔“ پہلی منزل پر اترے تو حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دوپہر کے وقت سایہ دار چٹان کے نیچے آرام کے لئے بٹھایا اور خود کھانے کی تلاش میں نکلے۔ ایک گڈریا نظر آیا تو اس کو بکری کا دودھ دوہنے کو کہا اور ہدایت کی کہ وہ پہلے بکری کے تھن اور ہاتھوں کو گرد وغبار سے اچھی طرح صاف کر لے۔ اس نے حسبِ ہدایت ان کے دیئے ہوئے پیالے میں دودھ دوہا، آپؓ نے دودھ ٹھنڈا کرنے کے لئے اس میں تھوڑا سا پانی ملایا اور کپڑے سے چھان کر رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ سیر ہو گئے تو ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میرا جی خوش ہو گیا۔ پھر دوسری منزل کیلئے روانہ ہوئے۔

جب یہ مختصر قافلہ قباء کے مقام پر پہنچا تو انصار خوشی سے جوق در جوق آنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ خاموشی سے تشریف فرما تھے۔ جبکہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کا استقبال کر رہے تھے۔ چند انصار جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہلے نہیں دیکھا تھا غلطی سے حضرت ابوبکرؓ کو نبی ﷺ سمجھ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ جب سورج سامنے آ گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی چادر سے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کر دیا اس طرح لوگوں نے رسول اللہ ﷺ

کو پہچانا۔ 9
قبا میں چند روزہ قیام کے بعد آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی مدینہ تشریف لے آئے۔

مدنی دور کا آغاز

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے تعمیرِ مسجد کے لئے زمین دو یتیم لڑکوں سہل رضی اللہ عنہ اور سہیل رضی اللہ عنہ سے خریدی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کی قیمت ادا کی جو کہ دس دینار یا پونے چار تولے سونے کے برابر تھی، پھر اس کی تعمیر میں آپ رضی اللہ عنہ نے بھی رضا کارانہ طور پر نو جوانوں کے دوش بدوش کام کیا اور اپنی دنیا و آخرت کے لئے نفع بخش سودا کیا۔ آج بھی ہزاروں لوگ اس مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں جس کی بنیاد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانی اور مالی دونوں قربانیاں شامل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مواخات حضرت حارثہ بن زہیر سے کی جو مدینہ کے ایک معزز آدمی تھے۔ مدینہ میں تسلی بخش حالات قائم ہونے کے چھ ماہ بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل و عیال لانے کے لئے مکہ بھیجا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ہمراہ عبد اللہ بن اُرَیقط کو اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے نام خط دے کر بھیجا کہ وہ بھی اپنی والدہ اُمِّ رُمان رضی اللہ عنہا، اپنی بہنوں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ آجائیں۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔

ابتدا میں مدینہ کی آب و ہوا مہاجرین کو راس نہیں آئی، خصوصاً حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایسے شدید بخار میں مبتلا ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز میں ان کے پاس گئی اور اپنے والد سے ان کا حال پوچھا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حالتِ بخار میں یہ شعر پڑھا

کل امریءٍ مصبّح فی اهلهٖ　　　والموت ادنی من شراك نعلهٖ

”ہر آدمی کی صبح اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس حالت میں ہوتی ہے کہ موت اس کے جوتے کے تسمہ سے بھی قریب ہوتی ہے۔“

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کی تکلیف سے آگاہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا،

”اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنا المَدِیْنَۃ کَحُبِّنا مَکَّۃ أَوْ أَشَدّ و صَحِّحْھا و بارِکْ لَنا فی صَاعِھا و مُدِّھا، و انْقُلْ حُمَّاھا فاجْعَلْھا بالجُحفَۃِ“ ۱۰

”اے اللہ تو مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر، اسکی (آب وہوا) کو صحت بخش کر دے، اسکے صاع اور مد میں برکت دے اور اسکے بخار کو جحفہ میں منتقل کر دے۔“

رسول اللہ ﷺ کی یہ دُعا قبول ہوئی، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ شفایاب ہو گئے مدینہ کی آب وہوا بھی مہاجرین کے لئے بہتر ہوگئی اور جلد ہی اس دعا کے اثرات تجارت میں بھی برکت کی صورت میں ظاہر ہونے لگے۔

آپؓ نے اطرافِ مدینہ اور بحرین میں جائیداد خریدی اور فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں خیبر میں سے بھی حصہ عطا کیا۔

ایک روز حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ اپنی دلہن کو اپنے گھر کیوں نہیں لے آتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس مہر کی رقم نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو وہ رقم بحیثیت ایک دوست کے دے کر اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کی رخصتی کی اور یوں رسول اللہ ﷺ کے سسر بننے کا شرف بھی حاصل لیا۔

غزوات میں شرکت

مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمانوں کی بے بسی کا دور ختم ہوا اور انہیں جہاد کی اجازت مل گئی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا

جن میں حضرت ابو بکرؓ نے بھر پور حصہ لیا۔خواہ دینِ اسلام کا ابتدائی اور کمزور دور تھا یا مدنی زندگی کے معرکۃ الآراءشب وروز،آپؓ ہر دوراور ہر مہم میں سچی جانثاری کے ساتھ اپنے دوست رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ رہے۔

غزوہِ بدر

جنگِ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے قبلہ رو ہو کر ہاتھ پھیلائے اوراپنے رب سے دعا کرنے لگے جس کا مفہوم تھا کہ اے اللہ! میرے ساتھ تو نے جو وعدہ کرر کھا ہے وہ پورا کردے۔ اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر اہلِ اسلام تو نے ختم کردیئے تو پھر کبھی زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ ازحد عجز وانکساری کے ساتھ دیر تک دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے شانوں سے چادر گر گئی۔حضرت ابوبکرؓ آئے اورانھوں نے چادر اٹھائی اور رسول اللہ ﷺ کے کندھوں پر واپس ڈالی پھر پیچھے سے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو پکڑ لیا اورعرض کیا،

حَسُبُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! أَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ

”اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو اللہ کافی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے رب کے آگے بہت آہ وزاری کرلی ہے۔“

تب رسول اللہ ﷺ اُٹھے اور یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے،

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (القمر 45) ١١

”عنقریب وہ جتھہ شکست کھا جائے گا اوروہ پیٹھ پھیرلیں گے“

بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ پیش پیش تھے۔اس غزوہ میں آپؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن کفار کی جانب سے لڑنے آئے،انہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ بعد میں جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے اپنے والد سے کہا،”ابا جان آپ جنگ بدر میں کئی مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے مگر میں آپ کو بچا گیا۔“ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا،”اگر تم میری تلوار کی زد میں آتے تو میں

کبھی تمہیں نہ بچاتا۔'' یہ تھا ابوبکرؓ کا ایمان کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے آگے ہر محبت ہیچ تھی اور اس لیے کوئی بھی قربانی کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں کچھ لوگ جمع ہوئے تو حضرت علیؓ نے لوگوں سے پوچھا، ''سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟'' لوگوں نے جواب دیا، ''امیر المومنین آپ'' حضرت علیؓ نے فرمایا، ''نہیں! میرا تو مقابلہ جس سے بھی ہوا بس برابر رہا۔ جنگِ احد میں بہت سے مسلمانوں کے قدم متزلزل ہو گئے لیکن حضرت ابوبکرؓ آخر وقت تک ثابت قدم رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے اور پہاڑ کی طرف تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ بھی رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے ان کے پاس پہنچ گئے۔ قریش کا لشکر جب واپس لوٹنے لگا تو ابو سفیان نے پہاڑ کے قریب آ کر پکارا، ''کیا تمہاری قوم میں محمد ﷺ ہیں؟'' کوئی جواب نہ ملا تو اس نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا بھی نام لیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد ان حضرات کو اسلام کے جانثار جانتے تھے۔

غزوہ احد کے اگلے روز رسول اللہ ﷺ کی ایک پکار پر مسلمان زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود کفار کے تعاقب میں ایک لشکر لے کر نکلے تو حضرت ابوبکرؓ بھی اس میں پورے عزم کے ساتھ موجود تھے۔

غزوہ بنو مصطلق اور واقعہ افک

۶ھ میں غزوہ بنو مصطلق پیش آیا اور حضرت ابوبکرؓ بھی اس معرکے میں شامل تھے۔ اس سفر میں ایک رات حضرت عائشہؓ کا ہار گر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور خود حضرت عائشہؓ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ صحابہ کرامؓ وضو کے لئے پانی کی تلاش میں پھیل گئے لیکن دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ ملا۔ حضرت ابوبکرؓ غصے سے حضرت عائشہؓ کو آ کر گھورتے لیکن رسول اللہ ﷺ کی نیند میں خلل نہ ڈالنے کی خاطر منہ سے کچھ نہ بولتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بالآخر فجر کی نماز کا وقت ہو گیا اور پانی نہ ملا تو حضرت ابوبکرؓ نے غصے سے میری پسلیوں میں انگلیوں سے کچوکے لگائے لیکن میں تکلیف کے باوجود ہلی تک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نیند نہ خراب ہو۔ جب رسول اللہ ﷺ جاگے تو مسکرائے اور قوم کو آیاتِ تیمّم کی خوشخبری سنائی تو

حضرت اسید بن حضیرؓ نے فرمایا ''اے آلِ ابوبکرؓ یہ تمہاری پہلی برکت تو نہیں۔'' اس کے بعد جب قافلہ کوچ کرنے لگا تو حضرت عائشہؓ کا ہار جو اونٹ کے نیچے دبا ہوا تھا مل گیا۔

اس مہم کی کامیابی کے بعد واپسی پر رات کے وقت لشکر نے مدینہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔صبح کے وقت حضرت عائشہؓ رفعِ حاجت سے لوٹیں تو دیکھا کہ وہی ہار دوبارہ کہیں گر چکا تھا وہ ہار تلاش کرنے گئیں لیکن جب ڈھونڈ کر واپس لوٹیں تو لشکر جا چکا تھا۔وہ غمگین ہو کر وہیں لیٹ گئیں۔اتنے میں صفوان بن معطلؓ آ گئے جو لشکر کے کوچ کے بعد گری ہوئی چیزوں کا جائزہ لے کر سب سے آخر میں روانہ ہوتے تھے۔انہوں نے ام المومنینؓ کو دیکھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا ''اِنَّـا لِلّٰهِ وِ اِنَّآ اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ ، نبی ﷺ کی زوجہ اور یہاں؟'' چونکہ پردہ کے احکام سے پہلے صفوان بن معطلؓ نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو دیکھا ہوا تھا اس لیے پہچان گئے۔ اس آواز سے حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھل گئی۔

صفوان بن معطلؓ نے انہیں اونٹ پر بٹھایا اور تیزی سے قافلے کو جا لیا۔منافقین نے اس واقعے کو غلط رنگ دے کر خوب اچھالا اور بہتان طرازی کی انتہا کر دی۔ان باتوں میں بعض سادہ لوح مسلمان بھی ملوث ہو گئے۔انہی میں سے ایک مسطح بن اثاثہؓ تھے جو کہ فقرائے مہاجرین اور حضرت ابوبکرؓ کے غریب رشتہ داروں میں سے تھے اور آپؓ ان کی کفالت کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت بذریعہ وحی سورۃ النور میں نازل کر دی تو حضرت ابوبکرؓ نے مسطح بن اثاثہؓ کی مالی مدد ختم کرنے کی قسم کھا لی ۔اس کے بعد جب یہ آیات نازل ہوئیں،

وَلَا يَـاۡتَلِ اُولُوا الۡـفَضۡـلِ مِـنۡكُمۡ وَالسَّعَةِ اَنۡ يُّؤۡتُوۡۤا اُولِـى الۡـقُرۡبٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَـصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (النور:22)

''تم میں سے جو فضل و وسعت والے ہیں انہیں اپنے رشتے داروں اور مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں نہ دینے کی قسم نہیں کھانی چاہیے۔اور انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کر دیں۔کیا تم

نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ آیت سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ بے اختیار پکار اُٹھے ''کیوں نہیں، قسم ہے اے ہمارے رب! ہم ضرور چاہتے ہیں کہ تو ہمیں معاف فرمادے۔'' اسکے بعد انہوں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور ان کے ساتھ پہلے سے زیادہ احسان کا معاملہ کرنے لگے۔ یہ تھے حضرت ابوبکرؓ جو تمام امت کے لئے اطاعت، اعلیٰ ظرفی اور عفوو درگزر کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔

صلح حدیبیہ

جب رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کی شرائط قبول کرلیں تو عمومی طور پر صحابہ کرامؓ اس بات پر رنجیدہ اور مضطرب ہوگئے کیونکہ بظاہر ایسا لگتا تھا کہ مسلمانوں نے دب کر صلح کرلی ہے۔ حضرت عمرؓ بھی اسی کشمکش کا شکار ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے مگر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ''رسول اللہ ﷺ اللہ کے حکم سے بولتے ہیں اور اللہ کے حکم سے ہی معاملات کرتے ہیں۔ لہٰذا جو بھی وہ کہتے ہیں ان کی اطاعت کرو۔'' اس طرح انہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی تائید و تصدیق کرکے ثابت کردیا کہ آپؓ واقعی لقب صدیق کے اہل تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا آخری وقت اور حضرت ابوبکرؓ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری وقت میں مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام گھروں کے دروازے بند کروادیے سوائے حضرت ابوبکرؓ کے۔ آپؓ کی فضیلت کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ہوتا ہے،

لَا یَبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ، اِلَّا بَابَ اَبِی بَکْرٍ ۱۲

''مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کردو سوائے ابوبکرؓ کے دروازے کے''

آخری وقت میں رسول اللہ ﷺ جب شدید بیمار ہوگئے اور امامت نہ کراسکے تو حکم دیا کہ ان کی جگہ حضرت ابوبکرؓ امامت کرائیں۔ حضرت عائشہؓ کا خیال تھا کہ چونکہ حضرت ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب ہیں اس لیے

یہ بات وہ برداشت نہ کر سکیں گے اور ان ہی کے کہنے پر حضرت حفصہ ؓ نے بھی یہی بات دہرائی تو رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا "تم یوسف والیوں کی طرح ہو" یعنی ام المومنین کا پس و پیش کرنا رسول اللہ ﷺ کو پسند نہ آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ امامت کروا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے پردہ اٹھا کر دیکھا اور مسکرائے کیوں کہ صحابہ کرامؓ کا نماز میں نظم وضبط کا وہی عالم نظر آیا جیسے ان کے ساتھ ہوا کرتا تھا لہٰذا رسول اللہ ﷺ مطمئن ہو گئے اور پردہ چھوڑ دیا۔ ایک روز حسبِ معمول حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اشارے سے منع فرمایا اور خود ان کے داہنے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ حضرت ابوبکرؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں انہیں امامت کا منصب سونپا۔

رحلت کا وقت جب قریب آیا تو اچانک رسول اللہ ﷺ کی طبیعت بظاہر بہتر ہو گئی لہٰذا حضرت ابوبکرؓ اجازت لے کر اپنی بیوی حبیبہ بنت خارجہ کے گھر مقام سخ چلے گئے جو مدینہ منورہ سے باہر رہا کرتی تھیں۔ مگر جوں ہی رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر ملی تو فوراً واپس مدینہ آئے۔ تمام مسلمان شدید پریشانی کے عالم میں تھے۔ امت مسلمہ کے لئے یہ شدید صدمہ تھا۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے تھے کہ جس دن رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے وہ مدینہ کا تاریک ترین دن تھا۔ ہر کوئی غم اور صدمے سے نڈھال تھا۔ صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ ﷺ کی جدائی شاق گزر رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے المیہ سے امت بکھرنے کے دہانے پر تھی۔

اسی پریشانی اور شدید دکھ کے عالم میں حضرت ابوبکرؓ اپنے دوست کی جدائی کے غم سے چُور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر بوسہ دے کر رو پڑے۔ سچے رفیق کی جدائی کی تلخ حقیقت نے رقیق القلب حضرت ابوبکرؓ کو مزید دل گرفتہ کر دیا۔ کچھ دیر بعد جب ذرا سنبھلے تو بولے "میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ زندگی میں بھی طیب تھے اور مر کے بھی طیب ہیں اللہ کی قسم! اللہ آپ ﷺ پر کبھی بھی دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ موت تو وہی تھی جو آپ ﷺ کو آ گئی۔ اس کے بعد پھر کبھی بھی آپ ﷺ کو موت نہ آئے گی۔" اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر چادر ڈال کر حجرے سے باہر آ گئے۔

مسجدِ نبوی میں آئے تو دیکھا حضرت عمرؓ ننگی تلوار لئے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے، ’’جس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ انتقال کر گئے ہیں میں اس کا سر اڑا دونگا۔‘‘ ان کی حالت دیکھتے ہوئے کسی میں ان کو سمجھانے کی ہمت نہ تھی۔ ایسے میں شدید دکھ کے باوجود حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اوسان بحال رکھے اور حضرت عمرؓ سے فرمایا، ’’عمر بیٹھ جاؤ‘‘ مگر وہ نہ بیٹھے تو حضرت ابوبکرؓ ان کو چھوڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا،

’’لوگو! جو محمد ﷺ کو پوجتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو اللہ کو پوجتا تھا وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَائِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آلِ عمران:144)‘‘ [13]

’’اور محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ تحقیق ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں۔ کیا بھلا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم اپنی دونوں ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے؟ اور جو اپنی دونوں ایڑیوں پر پلٹ جائے گا تو اللہ کو وہ ہرگز کوئی نقصان نہ دے سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔‘‘

یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے اس تلخ حقیقت کو قبول کر لیا، تلوار ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور وہ نیم بیہوش ہو کر گر گئے۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اپنی فہم و فراست اور عقلمندی سے ان حالات کو نہ سنبھالتے تو مسلمان شدید انتشار کا شکار ہو جاتے۔ امت کو انتشار سے بچانے کے لیے بظاہر تو وہ چٹان کی طرح مظبوطی سے جم گئے لیکن ان کے درج ذیل اشعار ان کی دلی حالت و شدید غم کی عکّاسی کرتے ہیں۔

۱) جب میں نے اپنے نبی کو زمین پر پڑے دیکھا تو مکان اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے۔

۲) میں ایک شیدائی کی طرح خوفزدہ ہو گیا جو گھبرایا ہوا حیران پریشان پھر رہا ہو۔ میری ہڈیاں کمزور دست و شکستہ ہو گئی۔

۳) اے عتیق! تیرا محبوب تو دفن ہو گیا۔ اب تو اکیلا رہ گیا، تکان اور تعب تجھ پر طاری ہے۔

۴) اے کاش میں اپنے صاحب کی وفات سے قبل ہی، کسی قبر میں اس طرح دفن ہو جاتا کہ مجھ پر پتھر ہوتے۔

۵) آپ ﷺ کے بعد ایسے نئے نئے حوادث پیش آئیں گے، جن کی (گراں باری) سے پسلیاں اور سینے تھک جائیں گے

۶) کاش آپ ﷺ کی وفات کے بعد قیامت قائم ہو جاتی کہ نہ ہم آپ ﷺ کے مال و دولت کو دیکھتے نہ ادلاد کو۔

۷) واللہ! مخلوقات میں سے جو چیز مجھ سے کھو جا چکی ہے میں ہمیشہ اس کی ثنا و صفت کیا کروں گا یہاں تک کہ قبر میں داخل ہو جاؤں۔

۸) آپ ﷺ کے بعد غم والم کیا کچھ مجھے آزار پہنچاتے رہیں گے جب میں یہ یاد کروں گا کہ اب کبھی مجھے آپ ﷺ کا دیدار نصیب نہیں ہوگا۔

مسئلہ خلافت اور فراستِ ابو بکرؓ

دورِ خلافت: ۱۱ھ تا ۱۳ھ بمطابق ۶۳۲ء تا ۶۳۴ء

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کا معاملہ ایک نہایت سنگین مرحلہ اختیار کر گیا جسے حضرت ابو بکرؓ نے نہایت خوش اسلوبی سے سنبھالا۔ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار اور مہاجرین میں شدت سے یہ تنازعہ ہوا کہ خلیفہ کون بنے گا اور قریب تھا کہ یہ بحث جھگڑے میں بدل جاتی۔ مگر جوں ہی حضرت ابو بکرؓ کے علم میں یہ بات آئی وہ فوراً چند اکابر صحابہ کرامؓ کے ہمراہ وہاں پہنچے اور نہایت نرمی سے انصار کو سمجھایا کہ عرب قبائل قریش کے علاوہ کسی اور کی خلافت قبول نہ کریں گے۔ نیز ایمان میں پہل کرنے کی وجہ سے بھی بہتر ہے کہ

مہاجرین ہی میں سے کسی کوخلیفہ بنایا جائے۔ان کی بات چونکہ مدلل اور حقیقت پر مبنی تھی لہٰذا انصار رضا مند ہو گئے ۔یوں حضرت ابوبکرؓ نے نہایت حکمت اور دانشمندی سے کام لیتے ہوئے امت سے ایک انتہائی مشکل وقت ٹالا اور امت کوتفرقے سے بچالیا۔اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا،''یہ عمرؓ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس راستے پہ عمرؓ ہوشیطان وہاں سے ہٹ کر دوسرے راستے پر چلا جاتا ہے۔'' اور یہ ابوعبیدہؓ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امین الامت ہیں۔اب ان دونوں میں سے جسے چاہوخلیفہ قبول کرلو۔''

یہ سن کر حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور کہا،''آپؓ کوہی رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری وقت میں امامت کا منصب سونپا اور ہم سب میں سے آپؓ ہی کووہ پسند کرتے تھے اس لئے ہم تو آپ کوہی خلیفہ مانتے ہیں'' یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے بھی تقریباً انہی الفاظ میں حضرت ابوبکرؓ کی تعریف کی اورفرمایا،''آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غار میں رہنے کا شرف ملا،آپؓ کوہی اپنے آخری وقت میں رسول اللہ ﷺ نے امامت کرانے کا کہا تھا لہٰذا ہم تو آپؓ کی بیعت کرتے ہیں۔''حضرت ابوعبیدہؓ کی بیعت کے بعد لوگ جوق در جوق حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے یوں حضرت ابوبکرؓ اسلام کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔

عبدالعزیزاس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں،

"Great men came, rose like the load star in the sky, changed the course of events and died heroes, leaving behind on the sands of time, indelible imprints for instruction of mankind. One such great soul was AbuBakr the caliph,first of the caliphs to walk on the stage of world history." ۱۴

”عظیم انسان آئے اور آسمان پہ ستاروں کی طرح ابھرے، حالات کا دھارا بدل کر ہیرو کی طرح جان دی اور انسانیت کی ہدایت کے لیے زمانے میں ان مٹ نقوش چھوڑ گئے۔ایسی ہی ایک عظیم ہستی خلیفہ ابو بکرؓ کی تھی جو دنیا کے اسٹیج پر پہلے خلیفہ بن کر چلے۔“

خطبہ خلافت

حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ بننے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا وہ قابلِ ذکر ہے۔آپؓ نے فرمایا،

”لوگو! اللہ کی قسم میرے دل میں کبھی خلافت کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔اور نہ ہی میں نے کبھی خفیہ یا اعلانیہ طور پر اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کی لیکن اس خدشہ کے پیش نظر کہ کہیں مسلمانوں میں فتنہ برپا نہ ہو جائے میں اس بوجھ کو اٹھانے کیلئے تیار ہو گیا۔لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں۔حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو۔سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔تمہارا کمزور فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق اس کو نہ دلادوں اور تمہارا اقوی فرد بھی میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک میں اس سے دوسروں کا حق نہ حاصل کرلوں۔اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر ان کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔“

ابنِ عساکر کی روایت ہے کہ انہوں نے مقام سُنح میں ایک جھونپڑا بنا رکھا تھا اور مدینہ منتقل ہونے تک بس اسی ایک جھونپڑے میں رہے۔بیعت کے بعد بھی آپؓ چھ ماہ تک مقام سُنح میں رہے۔وہاں سے روزانہ پیدل یا اپنے گھوڑے پر مدینہ آتے اور نماز عشاء پڑھا کر گھر چلے جاتے۔کسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ موجود نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ نماز پڑھا دیتے تھے۔

دورِ خلافت کی ابتدائی مشکلات

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مختلف مسائل نے سر اٹھایا۔ حضرت ابو بکرؓ کو خلافت سنبھالتے ہی چند ابتدائی مشکلات کو حل کرنے کی طرف توجہ دینی پڑی۔ فتح مکہ کے بعد اگرچہ عرب قبائل نے تیزی سے اسلام قبول کیا مگر اسلام پوری طرح ان کے دل میں نہ اُترا تھا لہٰذا انہیں اسلامی احکامات کی پابندی مشکل لگنے لگی۔ آہستہ آہستہ وہ اسلام سے دور ہٹنے لگے یہاں تک کہ کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور سارا ملک بغاوتوں کی زد میں آ گیا۔ چند ابتدائی مشکلات جو آپؓ کو خلافت کے فوراً بعد پیش آئیں اور جنہیں آپؓ نے کمال فہم و فراست سے حل کیا وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی روانگی

۲۔ دفاعِ مدینہ

۳۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت

۴۔ بغاوتیں

۵۔ منکرینِ زکوٰۃ

۱۔ اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی روانگی

رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سربراہی میں ایک لشکر شام کی جانب روانہ کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ شام کے رؤسا سے شہدائے موتہ کا بدلہ لیا جائے لیکن رسول اللہ ﷺ کی بیماری اور وفات کی وجہ سے یہ مہم بروقت روانہ نہ ہو سکی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حکومت سنبھالتے ہی ضروری سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فیصلے پر عمل کیا جائے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حالات بدل چکے تھے اور ہر طرف سے بغاوت کی خبریں آ رہی تھیں اور ان حالات میں فوج کو دارالخلافہ سے دور بھیجنا مصلحت کے خلاف تھا لہٰذا صحابہ کرامؓ کی عمومی رائے یہ تھی کہ اس مہم کو ملتوی کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے بھی یہی رائے دی لیکن حضرت ابو بکرؓ تنہا اس فیصلے پر چٹان کی طرح جم گئے اور فرمایا، ”میں اس مہم کو کیسے روک سکتا ہوں جس کے

احکام رسول اللہ ﷺ نے خود دیئے، خواہ مدینہ میں اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آ کر میری ٹانگیں نوچ لیں پھر بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا۔'' پھر چند لوگوں کی طرف سے کسی تجربہ کار صحابی کو امیر لشکر بنانے کا مشورہ بھی دیا مگر آپؓ نے فرمایا، ''اگرچہ اسامہ بن زیدؓ کی عمر بمشکل اٹھارہ یا انیس برس ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے خود لشکر کی قیادت انہیں سونپی تھی لہٰذا میں اسے قائم رکھوں گا۔''

جب یہ لشکر روانہ ہوا تو خلیفہ کچھ دور تک پیدل حضرت اسامہ بن زیدؓ کے ہمراہ گئے۔ چشمِ فلک نے یہ حیران کن نظارہ بھی دیکھا کہ بزرگ خلیفۂ وقت تو پیدل چل رہے تھے اور نوجوان حضرت اسامہ بن زید ؓ گھوڑے پر سوار تھے۔ انہوں نے کہا، ''اللہ کی قسم اے خلیفہ رسول یا تو آپ سوار ہو جائیں یا مجھے پیدل چلنے دیں۔'' مگر حضرت ابوبکرؓ نے انہیں روک دیا اور فرمایا، ''اللہ کی قسم! نہ تم اترو گے اور نہ میں سوار ہونگا۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ میرے قدم کچھ دیر کیلئے اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں اور ان قدموں پر جہنم کی آگ حرام ہو جائے؟'' پھر انہیں جنگی اخلاق سکھاتے ہوئے نصیحتیں کیں اور رخصت کر دیا۔ [۱۵]

تقریباً چالیس روز بعد اسامہ بن زیدؓ شام کے عیسائیوں کو شکست دے کر کافی مال غنیمت لے کر لوٹے، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ قبائل اور دشمن مرعوب ہو گئے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی مسلمانوں کی قوت و تنظیم میں کوئی فرق نہیں آیا۔

۲۔ دفاعِ مدینہ

حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کے بعد مدینہ سخت خطرے کی زد میں آ گیا۔ دارالخلافہ کے قریب ہی قبیلہ بنو عبس اور قبیلہ بنی ذبیان آباد تھے۔ یہ قبائل سرکش ہو چکے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اس وقت مدینہ کی حفاظت کے لئے کوئی فوج موجود نہیں ہے تو دونوں قبائل ذوالقصہ میں جمع ہوئے اور مرکز اسلام پر حملے کی تیاری کرنے لگے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے نہایت حاضر دماغی اور مستعدی کا ثبوت دیا۔ آپؓ نے مدینہ کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کی اور ان پر چھوٹے چھوٹے دستے متعین کر دیے۔ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے بہادر نوجوانوں کو ان مختلف دستوں کا

سالار مقرر کر دیا۔قبائل تو یہ سوچ کر حملہ آور ہوئے کہ فوج کی غیر موجودگی میں وہ آسانی سے جیت جائیں گے لیکن حضرت ابوبکرؓ کی اس حکمتِ عملی نے ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا اور وہ شکست کھا کر میدان چھوڑ گئے۔

اگلی صبح خلیفہ خود بھی فوج لے کر شہر سے باہر مقابلہ کیلئے نکلے تو قبائلی انہیں دیکھتے ہی بھاگے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے حملہ کر کے انہیں شکست دی اور ذوالقصہ میں اسلامی فوج متعین کر دی۔ان اقدام کی بدولت قبائل مغلوب ہوگئے اور پھر کبھی بھی مدینہ پر حملے کی جرات نہ کی۔اس طرح مدینہ سے حملے کا خطرہ ہمیشہ کیلئے ٹل گیا۔تاریخ نے ثابت کیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے نہایت دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے پُر حکمت فیصلے کئے جن کی بدولت اسلام کے اندرونی اور بیرونی دشمن ہمیشہ کیلئے نفسیاتی طور پر مرعوب ہوگئے۔اسامہ بن زیدؓ کی مہم کی کامیابی اور مدینہ منورہ کی بہترین حفاظت کی بدولت اسلام سر بلند ہوا اور دشمنِ اسلام آئندہ سازشوں سے باز آگئے۔

۳۔ جھوٹے مدعیان نبوت

ا) طلیحہ اسدی

قبیلہ اسد مدینہ کے شمال مشرق میں آباد تھا اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری ایّام میں اس کے سردار طلیحہ اسدی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت ضرارؓ کو طلیحہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تھا مگر وہ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بنی عبس اور بنی ذبیان کے شکست خوردہ افراد بھی اس کے ساتھ مل گئے ۔حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ اور ان باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ۱۱ھ میں عدی بن حاتم نے نہ صرف حضرت خالد بن ولیدؓ کی امداد کی بلکہ ذاتی اثر ورسوخ سے قبیلہ طے کے آدمیوں کو طلیحہ سے الگ کر کے اس کی عسکری قوت بھی کمزور کر دی لہٰذا جنگ میں طلیحہ کو شکست ہوئی اور وہ شام بھاگ گیا۔اس شکست کے بعد بنی اسد نے دوبارہ اطاعت قبول کر لی اور کچھ ہی عرصہ بعد طلیحہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اسے معاف کر دیا۔

ب) مسیلمہ کذاب

مسیلمہ بنوبکر کی شاخ بنوحنیفہ کا فرد تھا۔ ۱۰ھ میں مسیلمہ اپنے قبیلے والوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا لیکن واپس جا کر نہ صرف یہ کہ اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا بلکہ چند آیات گھڑیں اور اپنی طرز کی نماز بھی بنالی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا جس میں اس نے خواہش ظاہر کی کہ نصف ملک اس کے حوالے کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو درج ذیل جواب دیا،

”من محمد رسول الله الى مسيلمة كذاب اما بعد ....“

اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ يُوۡرِثُهَا مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَ الۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ۝

(الاعراف:128) ١٦

”محمد رسول ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو، اما بعد...

بے شک زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اس کا وارث بناتا ہے اور عاقبت پرہیز گاروں کے لئے ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسیلمہ کی طاقت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ وسطی عرب کے بہت سے قبائل اس کے ساتھ مل گئے اور جھوٹی نبوت کی مدعیہ سجاح نے بھی اس سے شادی کر لی۔ اس شادی کے نتیجہ میں مسیلمہ کی طاقت کئی گنا بڑھ گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ابتدائی طور پر حضرت عکرمہؓ اور حضرت شرجیلؓ کو الگ الگ مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا مگر حضرت عکرمہؓ نے حضرت شرجیلؓ کا انتظار کئے بغیر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو پندرہ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ مسیلمہ اگرچہ چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ لڑنے آیا مگر سخت مقابلے کے بعد بالآخر مارا گیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ یہ جنگ تاریخ میں جنگ یمامہ کہلاتی ہے جس میں کئی حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تھے لہٰذا تدوینِ قرآن کی ضرورت محسوس ہوئی اور قرآنِ مجید صحیفے کی شکل میں مدون ہوا۔

۴۔ بغاوتیں

مدعیان نبوت کے علاوہ ملک کے گوشہ گوشہ میں قبائلی سرداروں نے خودمختاری کا اعلان کر کے ریاست مدینہ کے عمال کو قتل کر دیا اور مختلف علاقوں پر قابض ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس بغاوت کو کچلنے کا ایک منظّم منصوبہ بنایا اور باغیوں کے نام اعلان جاری کیا جس میں کہا گیا تھا، ”مجھے ان لوگوں کے حالات معلوم ہوئے ہیں جو پہلے مسلمان ہوئے تھے مگر اب اس دین سے ہٹ گئے ہیں۔ انہوں نے درحقیقت خدا کو پہچانا نہیں اور وہ شیطان سے قریب تر ہو گئے حالانکہ وہ انسان کا دشمن ہے۔ میں تمہارے پاس مہاجرین و انصار کا ایک شخص فوج کے ہمراہ روانہ کر رہا ہوں جو تمہیں اللہ کی طرف بلائے گا۔ جو شخص اس کی بات مان لے گا وہ نہ تو اسے قتل کرے گا اور نہ ہی اس سے لڑے گا اور جو باز نہ آئے گا تو وہ اس کے خلاف تلوار اٹھائے گا اور کسی سے اسلام کے بغیر کچھ قبول نہ کرے گا۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ میری اس تحریر کو مجمع عام میں سنا دے اور نشانی یہ مقرر کی ہے کہ جس بستی کے لوگ اذان دیں گے ان سے تعرض نہ کیا جائے گا۔“

اس سلسلے میں درج ذیل چند اہم فوجی کارروائیاں کی گئیں اور یہ بغاوتیں ہمیشہ کے لئے کچل دی گئیں۔

ا) بنو تمیم

بنو تمیم کا باغی سردار مالک بن نویرہ تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کو شکست دی اور اسے قتل کر دیا۔

ب) بحرین

۱۱ھ میں ہی حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علا بن حضرمیؓ کو بحرین کی جانب روانہ کیا۔ راستے میں ایک رات لشکر کے اونٹ کھانے اور پانی سمیت کھو گئے۔ اگلی رات مجاہدین بہت پریشان تھے کیونکہ پانی نہ ملنے کی صورت میں صحرا کی گرمی میں ان کا بچنا محال تھا۔ انہوں نے گڑگڑا کے اللہ سے دعائیں کیں تو حیرت انگیز طور پر وہاں اچانک ایک پانی کا تالاب دکھائی دیا۔ مسلمانوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور اسی دوران ان کے اونٹ بھی مل گئے۔

مسلمانوں کا لشکر جونہی وہاں سے آگے چلا تو وہ تالاب بھی غائب ہو گیا۔ صاحبزادہ عبدالرسول اپنی

تصنیف تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ نہ اس واقعہ سے قبل کبھی پانی کا تالاب وہاں دیکھا گیا تھا اور نہ کبھی اس واقعے کے بعد وہ دکھائی دیا، گویا کہ وہ صرف اور صرف ان ہی کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا تھا۔ دو ماہ کی جھڑپوں کے بعد باغیوں کو شکست ہوئی تو وہ کشتیوں پر بیٹھ کر جزیرہ کی طرف بھاگ گئے۔ اللہ کی غیبی مدد آئی اور سمندر کا پانی اتنا کم ہو گیا کہ مسلمان سمندر کو بغیر کشتیوں کے پار کر کے انکے تعاقب میں جزیرے پہ جا پہنچے اور باغیوں کو قتل کر دیا۔ عیسائی راہب جو جزیرہ کی خانقاہ میں رہتا تھا اس حیران کن واقعہ سے متاثر ہو کر باہر نکل آیا اور بولا، ''میں نے اپنی آنکھوں سے سمندر کے پانی کو کم ہوتے دیکھا اور میں نے جان لیا صرف اسی قوم کی فرشتوں کے ذریعے مدد کی جاتی ہے جو حق پر ہو''۔ یہ کہہ کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

ج) عمان

رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن العاصؓ کو عمان کا سفیر بنا کر بھیجا تھا لیکن آپؐ کی وفات پر وہاں پر بے چینی سی پھیل گئی کیونکہ لقیط بن مالک نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ ان باغیوں کو کچلنے کیلئے لشکر اسلام کیساتھ حضرت عکرمہؓ و حضرت جعفرؓ بھی مل گئے۔ ادھر بحرین سے بھی کمک آ گئی لہذا باغیوں کو شکست ہوئی، دس ہزار کے قریب باغی مارے گئے، بہت سا مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا اور اس علاقے میں امن وامان دوبارہ بحال ہو گیا۔

د) مہرہ

حضرت عکرمہؓ کی فوج نے مہرہ کے باغیوں کے خلاف کاروائی کی، ایک قبیلے کو شکست دی اور دوسرے نے اسلام قبول کر لیا۔

ذ) حجاز

بنوخزاعہ کے رہزنوں کی شورش کو پانچ سو مسلمان سپاہیوں کے لشکر نے کچلا اور حجاز میں امن وامان پھر سے بحال ہو گیا۔

گ) تہامہ ونجران

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت طاہرؓ کو اس علاقہ کی تسخیر پر مقرر کیا۔انہوں نے شورش ، بدامنی اور رہزنی کو سختی سے دبا دیا اور تہامہ ونجران میں بھی امن وامان بحال ہوگیا۔

ل) یمن

نبوت کے جھوٹے دعویدار اسود عنسی کے قتل کے چند روز بعد تک امن وامان رہا پھر یمن میں حضرت ابوبکرؓ کا مقرر کردہ حاکم بھی مرتدین کے ساتھ مل گیا۔جب وہ گرفتار ہوا تو اس نے شرمندہ ہو کر خلیفہ سے معافی مانگ لی لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے اسے رہا کر دیا یوں یمن میں بھی دوبارہ امن وامان بحال ہوگیا۔

۵۔منکرین زکوٰۃ

بعض قبائل اسلام پر تو قائم تھے مگر انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔حضرت ابوبکرؓ نے ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا تو صحابہ کرامؓ کو تامل ہوا۔حضرت عمرؓ بھی ان کے خلاف جہاد کرنے سے متفق نہیں تھے لہٰذا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو کہا،

"یا خلیفة رسول الله تالف الناس وارفق بهم"

اے خلیفۂ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ تالیف کریں اور نرمی اپنائیں۔تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا،

"اَجَبَّارٌ فی جاهليَّة و خوّارٌ فی الاسلام انهٗ قد انقطع الوحی وتم الدين اينقص وَاَنَا حَیٌّ والله لاجاهدنَّهُم ولو منعونی عقالاً"[1]

"یہ کیا تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے،مسلمان ہو کر ذلیل وخوار ہو گئے۔وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور دین کمال کو پہنچ گیا۔کیا میری زندگی میں اس میں کمی کی جائے گی؟ واللہ! اگر لوگ ایک رسی کا ٹکڑا بھی (زکوٰۃ میں) دینے سے انکار کریں گے تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔"

زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے اور اگر حضرت ابوبکرؓ زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں سے نرمی برتتے تو وقت کے ساتھ لوگ دیگر ارکان اسلام میں سے کسی کا بھی انکار کر سکتے تھے۔ اس طرح اسلام کا انحطاط ہو جاتا اور

پوری امت کے لئے یہ بات فتنے کا باعث بن سکتی تھی لہٰذا انہوں نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف بھی فوجی کارروائیاں کیں یہاں تک کہ وہ سب تائب ہو گئے ۔ جب یہ فتنہ ہمیشہ کیلئے مٹ گیا تو حضرت عمرؓ نے بھی حضرت ابوبکرؓ کے ان اقدامات کے درست ہونے کا اعتراف کیا۔

چند جنگوں کے مختصر حالات

داخلی مسائل کا سدباب کرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اپنی توجہ بیرونی خطرات کی طرف مبذول کی۔ ایران اور روم مسلمانوں کی تباہی کے درپے تھے۔ اسلامی مملکت کی شمالی سرحدیں ان دو بڑی طاقتوں سے ملتی تھیں۔ وہ عرب قبائل جو عراق سے متصل علاقے میں آباد تھے ایرانی سلطنت کے زیراثر تھے اور ایران نے عرب کی شمالی سرحد پر حیرہ یالخمی نامی حکومت قائم کررکھی تھی۔ جبکہ شام کی سرحد کے پاس کے علاقے میں بسنے والے عرب قبائل رومی حکومت کی اطاعت پر قائم تھے اور غسان نامی عرب ریاست روم کے ماتحت تھی۔ سلطنت ایران اور روم نے عہد رسالت اور پھر حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں اسلام کے خلاف کچھ ایسی کاروائیاں کیں کہ حضرت ابوبکرؓ ان دونوں کے خلاف جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ایرانیوں سے جنگ

جنگ سلاسل (زنجیروں والی لڑائی)

یہ لڑائی عراق کے گورنر ہُرمُز کے ساتھ لڑی گئی۔ اسلامی لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہُرمُز میدان میں پہنچ گیا لہٰذا جب مسلمان وہاں پہنچے تو انہیں ایسی جگہ ملی جہاں پانی نہیں تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کے ساتھیوں نے کہا، ''ہم پانی کے بغیر کیسے گزارا کریں گے؟'' حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا، ''اللہ کی قسم! دو فریقوں میں سے جو زیادہ صابر اور معزز ہے تو پانی اس کی طرف خود چل کے آئے گا۔'' یہ کہہ کر حضرت خالد بن ولیدؓ گھوڑوں کی طرف بڑھے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجا اور مسلمانوں کی صف کے پیچھے پانی برسا، اس غیبی تائید سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہو گئے۔

ہُرمُز نے اپنے فوجیوں کو میدان میں ثابت قدم رکھنے کے لئے نہیں آپس میں زنجیروں سے جوڑ رکھا تھا۔ مقابلہ شروع ہوا تو ہُرمُز نے اپنے چُھپے ہوئے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ وہ خالد بن ولیدؓ کو قتل کر دیں مگر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی حفاظت کی بلکہ مسلمانوں کو فتح یاب بھی کیا۔

ایرانی زنجیروں میں جکڑے ہونے کی وجہ سے بھاگ نہ سکتے تھے لہٰذا بہت سے مارے گئے۔ اس جنگ میں اور بہت سا مال ہاتھ آیا جس میں ہُرمُز کی ٹوپی بھی ہاتھ آئی جس میں ہیرے جڑے تھے اور صرف اس ٹوپی کی مالیت ایک لاکھ درہم تھی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب مالِ غنیمت مدینہ منورہ بھیجا تو اس میں ایک ہاتھی بھی شامل تھا۔ اس ہاتھی کو سارے شہر میں گھمایا گیا تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں۔ لوگ حیرت سے ہاتھی کو دیکھتے کیونکہ مدینہ والوں نے اس سے قبل ہاتھی نہ دیکھا تھا۔

جنگ مذار

ایران کے شاہی خاندان کے سپہ سالار قارن کی قیادت میں ایک لشکر مذار کے مقام تک پہنچا ہی تھا کہ اسے ہُرمز کی شکست کی خبر ملی۔ قارن وہی ٹھہر گیا اور جنگِ سلاسل کی شکست خوردہ فوج بھی اس سے آ کر یہیں مل گئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی ان کا تعاقب کرتے ہوئے آ پہنچے اور مقامِ مذار پر خونریز جنگ ہوئی جس میں تیس ہزار ایرانی ہلاک ہوئے، سپہ سالار قارن بھی مارا گیا اور ایرانیوں کو شکست ہوگئی۔

جنگ ولجہ

یکے بعد دیگرے شکست کھانے کے بعد ایرانی بادشاہ نے دو تجربہ کار سپہ سالار بہمن جادویہ اور اندرغر کو دو بڑے بڑے لشکر دے کر مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ولجہ کے مقام پر جنگ ہوئی اور ایرانی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اندرغر بھی میدان جنگ سے بھاگا لیکن ایک بیابان میں پیاس سے مر گیا۔

جنگ الیس

الیس کے مقام پر اسلامی لشکر نے ایرانیوں کو شکست دی، حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرہ کا محاصرہ کیا تو اہل حیرہ نے صلح کر لی۔اس کے بعد اسلامی لشکر نے عین التمر بھی فتح کر لیا۔

دومتہ الجندل

اس علاقے میں بھی سرکشی ہوئی۔حضرت خالد بن ولیدؓ نے دوبارہ اس کی تسخیر کی اور یوں یہ علاقہ واپس مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

جنگ فراض

عراق اور شام کی سرحد پر آباد عیسائی قبیلے بھی ایرانیوں کے ساتھ مل گئے اور اس لشکر نے دریائے فرات عبور کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔مسلمانوں نے بھرپور مدافعت کی بالآخر دشمن نے پسپائی اختیار کر لی۔بہت سے تو قتل کر دیے گئے اور جو بچ کر پیچھے بھاگے وہ دریائے فرات میں غرق ہو گئے۔چار سو میل کا علاقہ تین ماہ میں مسلمانوں نے فتح کر لیا اور جنوبی عراق اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا۔

رومیوں سے جنگ

ہجرت کے آٹھویں سال جنگِ موتہ میں شام کا بادشاہ مسلمانوں کے خلاف خود لڑنے آیا تھا۔اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کا لشکر رومیوں سے مقابلے کے لیے گیا اور فتح یاب ہوا۔تاہم شام کی جانب سے مسلمانوں کو ہمیشہ خطرہ درپیش رہا لہٰذا اسی خطرے کے پیش نظر حضرت ابوبکرؓ نے رومیوں کے خلاف تمام مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی ۔ جب ستائیس ہزار کا ایک بڑا لشکر تیار ہو گیا تو انہوں نے فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا؛ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح ،حضرت یزید بن ابی سفیانؓ، حضرت شرجیلؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو ان کا سپہ سالار مقرر کیا۔ان دنوں ہرقلِ روم خود شام آیا اور اس نے بڑی

تعداد میں فوج جمع کر کے سارے ملک میں پھیلا دی۔رومی فوج کی کثیر تعداد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چھوٹی موٹی جھڑپوں کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے خلیفہ سے مزید کمک طلب کی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا کہ وہ عراق کی مہم کسی اور کے سپرد کر کے فوراً شام چلے جائیں تاکہ حضرت ابوعبیدہؓ کے لشکر میں اضافہ ہو اور انہیں تقویت ملے۔

بصریٰ کی فتح

خلیفہ کا حکم ملتے ہی حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے لشکر کے ساتھ تیزی سے پانچ دن میں صحرائی علاقہ طے کر کے شام جا پہنچے اور رومی فوج پر مقامِ بصریٰ میں حملہ کر دیا۔رومی اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکے لہٰذا جزیہ دے کر صلح پر راضی ہو گئے۔

جنگ اجنادین

چاروں اسلامی لشکر مقام اجنادین میں آ ملے اور رومیوں کے خلاف سخت معرکہ پیش آیا۔لشکرِ قیصر روم کے خلاف مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اس کے بعد انہوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ابھی محاصرہ جاری ہی تھا کہ حضرت ابوبکرؓ وفات پا گئے،تاہم حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں دمشق فتح ہو گیا۔ایچ جی ویلز حضرت ابوبکرؓ کے ایمان اور یقین محکم کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں

"When Muhammad died, Abu Bakr became the caliph, and with the faith that moves the mountains, he set himself simply and sanely to organize the subjugation of the whole world to Allah with little armies of 3000 or 4000 Arabs. "[۱۸]

''جب محمد ﷺ انتقال کر گئے تو ابوبکرؓ ایسے مضبوط ایمان کے ساتھ خلیفہ بنے جو پہاڑوں کو بھی ہلا دے ۔انہوں نے اس سادگی اور حکمت کے ساتھ خلافت سنبھالی کہ قلیل فوج کے ذریعہ جو کہ بمشکل تین یا چار ہزار عربوں پر مشتمل تھی،ساری دنیا کو اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کروانے کا بندوبست کر دیا۔''

نظام حکومت

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے کمال حکمت و دانشمندی سے نظام حکومت سنبھالا۔

ملکی نظم و نسق

حضرت ابوبکرؓ نے عرب کو متعدد صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کر دیا اور مدینہ، مکہ، طائف، صنعا، نجران، حضر موت، بحرین اور دومۃ الجندل علیحدہ صوبے بنا دیے۔ ہر صوبہ میں ایک عامل ہوتا، اور اس عامل یا عہدہ دار کے انتخاب میں حضرت ابوبکرؓ نے ہمیشہ ان کو ترجیح دی جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں عامل یا عہدہ دار رہ چکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ جب کسی کو عہدہ دار بناتے تو اس کے فرائض کھول کر بیان کرتے اور نہایت مؤثر الفاظ میں تقویٰ اور راست روی کی نصیحت فرماتے۔ چنانچہ حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ولیدؓ بن عقبہ کو قبیلہ قضاعہ سے صدقہ وصول کرنے بھیجا تو نصیحت فرمائی،

''چھپے اور اعلانیہ (ہر حال میں) اللہ سے ڈرو کہ بے شک جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کشادگی پیدا کرتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے کہ کسی کے گمان میں نہیں اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے گناہ معاف کرے گا اور اس کو بڑھا کر اجر دے گا۔ بے شک اللہ کے بندوں کی خیر خواہی بہترین تقویٰ ہے۔ تم اللہ کے ایسے راستے میں ہو جس میں افراط و تفریط اور ایسے امور میں غفلت کی گنجائش نہیں جس میں دین اور خلافت کی حفاظت کا انحصار ہو اس لئے سستی اور غفلت سے بچنا۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد حکومت کے عمائد اور افسران

مرکز خلافت: مدینہ

مشیر خصوصی: حضرت عمر فاروقؓ

قاضیء حکومت: حضرت عمر فاروقؓ

مہتمم خزانہ: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح

کتابت: حضرت عثمانؓ۔حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری

ارباب افتاء: حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبل انصاریؓ، حضرت ابیؓ بن کعب انصاریؓ، اور حضرت زید بن ثابت انصاریؓ

مالی انتظامات

زکوٰۃ، عشر، جزیہ اور مالِ غنیمت سے جو آمدنی آتی وہ بیت المال میں جمع ہو جاتی۔ آپؓ کی خلافت کے زمانے میں قبیلہ جہینہ کی کانوں سے بہت سا مال آیا اور جب بنوسلیم کی کان کھلی تو وہاں سے بھی زکوٰۃ آنے لگی ۔تمام آمدنی آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے یا بڑے سب میں برابر تقسیم فرما دیتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پہلے سال غلام اور آزاد، مرد اور عورت ہر ایک کو دس دس دینار دیئے اور دوسرے سال ہر ایک کو بیس بیس دینار دیئے۔ کچھ مسلمانوں نے آکر کہا ''خلیفہ! بعض لوگوں نے دوسروں پر قبول اسلام میں سبقت کی اور دوسری فضیلتیں بھی انہیں حاصل ہیں لیکن آپ سب میں مال برابر تقسیم کرتے ہیں، بہتر ہو کہ آپ ان اصحاب کو ترجیح دیں۔'' مگر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، ''فضیلت کا اجر تو اللہ کے پاس ہے اور یہ بیت المال تو معاش کا معاملہ ہے اس میں مساوات بہتر ہے۔''

آپؓ بیت المال کی رقم سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اونٹ، گھوڑے اور اسلحہ بھی خریدتے۔ ایک سال دیہات سے کمبل آئے تو وہ خرید کر موسم سرما کے لئے مدینہ کی بیواؤں میں تقسیم کیے۔ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا تو آپؓ کی تدفین سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ نے امانتداروں کو بلایا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت عثمانؓ کو ہمراہ لے کر بیت المال میں گئے تو دیکھا وہاں نہ کوئی درہم تھا نہ دینار صرف ایک بوری پڑی ہوئی تھی، وہ جھاڑی تو ایک درہم نکلا کیونکہ آپؓ سارا مال حق کے ساتھ اپنی زندگی ہی میں تقسیم فرما چکے تھے۔ اس درجہ امانت کو دیکھ کر ان لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کے لئے رحمت کی دعا مانگی۔

مفتوحہ اقوام سے رویہ

اہلِ ایران عرب کاشتکاروں اور مزارعوں سے غلاموں کی طرح سلوک کرتے اور فصل کی بٹائی سے اتنا کم

حصہ دیتے کہ ان کا گزارہ بھی مشکل سے ہوتا۔حضرت ابوبکرؓ کو یہ حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے سپہ سالاروں کو خصوصی ہدایات بھیجیں کہ مزارعوں اور مزدوروں کو قید نہ کیا جائے،ان سے سختی سے بات نہ کی جائے اور نہ ہی ان پہ کسی قسم کا ظلم وستم کیا جائے۔آئندہ ان کی محنت کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے اور ان کے ساتھ پوری طرح عدل ومساوات سے معاملہ کیا جائے۔

مفتوحہ عوام کو آزادیٔ رائے کا حق دیا گیا تا کہ وہ ملک کے انتظامی امور میں شریکِ مشورہ ہوں۔ابوبکرؓ کی اس حکمتِ عملی اور مساوات کی بدولت مفتوحہ اقوام دین اسلام کو بہتر مستقبل کی ضمانت سمجھنے لگیں ور اسلامی حکومت کی حمایت کرنے لگیں۔عموماً جنگوں میں فاتح فوج آگے بڑھتی تو دشمن پیچھے سے مفتوحہ علاقے سے حملہ کر کے فاتح فوج کو نرغے میں لے لیتا لیکن حضرت ابوبکرؓ کی مفتوحہ اقوام سے رواداری کی پالیسی کا اسلام کو یہ فائدہ بھی ہوا کہ عقب سے حملے کا خطرہ دور ہو گیا۔

ذمی رعایا کے حقوق

رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کو اسلامی مملکت میں پناہ دی تھی اور عہد ناموں کے ذریعے ان کے حقوق واضح فرمائے تھے۔حضرت ابوبکرؓ نے اس ذمی رعایا کے حقوق کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اپنی مہر ودستخط سے اس کی توثیق بھی کردی لہٰذا ان کے دور خلافت میں جو ممالک فتح ہوئے وہاں کی ذمی رعایا کو تقریباً وہی حقوق دیئے گئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔اہل حیرہ سے جو معاہدہ ہوا اس کا اہم مگر مختصر حصہ درج ذیل ہے،

”ان کی خانقاہیں اور گرجے نہ گرائے جائیں گے اور نہ کوئی ایسا قصر گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔ناقوس اور گھنٹے بجانے کی ممانعت نہ ہوگی۔تہوار کے

موقعوں پر صلیب نکالنے سے روکے نہ جائیں گے۔''

خلیفۂ اول کے دور میں جزیہ ادا کرنے میں بھی آسانی دی گئی۔ اسی معاہدے میں یہ بھی لکھا تھا کہ بوڑھے، اپاہج اور مفلس ذمی جزیہ ادا نہ کریں گے اور بیت المال ان کی کفالت کرے گا۔ جزیہ صرف انہی لوگوں پر مقرر تھا جو اسے دینے کی استطاعت رکھتے تھے۔ چنانچہ حیرہ کے سات ہزار لوگوں میں سے ایک ہزار مکمل طور پر جزیہ دینے سے مستثنیٰ تھے، باقی ذمی بھی صرف دس درہم سالانہ ادا کرتے تھے۔ یہ مسلمانوں کی غیر معمولی مذہبی رواداری کا ثبوت اور رعایا پروری کی مثال کا ایک عالمی نمونہ ہے۔

فوجی نظام

عہدِ نبوت میں کوئی باضابطہ فوجی نظام نہ تھا۔ جب ضرورت پیش آتی تو صحابہ کرامؓ شوق و جذبے سے جہاد کے لئے جمع ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فوج کو مزید منظّم کیا اور جب کوئی مہم درپیش ہوتی تو فوج کو الگ الگ دستوں میں تقسیم کر کے ان پہ سپہ سالار مقرر کر دیتے۔ چنانچہ شام کی طرف جو فوج روانہ ہوئی اس میں قومی حیثیت سے تمام قبائل کے علیحدہ افسر اور ان کے الگ الگ جھنڈے تھے۔ امیر الامراء (کمانڈر انچیف) کا نیا عہدہ بھی خلیفہء اوّل کی ایجاد ہے اور سب سے پہلے آپؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس عہدے پر مقرر کیا۔ [19]

حضرت خالد بن ولیدؓ نے میدان جنگ میں ہر دستے کی جگہ اور اس کا کام متعین کر دیا۔ مجاہدین اسلام کو رومیوں کی باقاعدہ فوج کے مقابلہ میں اس دستہ بندی سے بڑی مدد ملی، لہٰذا دورانِ جنگ کسی ترتیب و نظام کے نہ ہونے کی وجہ سے فوج میں جو ابتری پھیلنے کا جو خطرہ ہوتا تھا اس عمل سے اس کا سدِّ باب ہو گیا۔

فوج کی اخلاقی تربیت

رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں جنگوں کا مقصد اللہ کا کلمہ بلند کرنا تھا، اس لئے ہمیشہ یہی کوشش کی گئی کہ اس مقصدِ عظیم کے لئے جو فوج تیار ہو وہ اخلاقی بلندی میں تمام دنیا کی فوجوں سے ممتاز ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی فوج کی اخلاقی تربیت کو اوّلین ترجیح دی۔ جب بھی فوج کسی مہم پر روانہ ہوتی تو وہ خود دور تک پیدل ساتھ جاتے اور امیرِ لشکر کو نصیحت کرنے کے بعد رخصت کرتے تھے۔ چنانچہ

شام کی جانب فوج روانہ ہوئی تو سپہ سالار حضرت اسامہ بن زیدؓ سے فرمایا، ''تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے، ان کو چھوڑ دینا۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں خیانت نہ کرنا، مال نہ چھپانا، بے وفائی سے بچنا، کسی لاش کے اعضاء نہ کاٹنا، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، خانقاہوں میں رہنے والے راہبوں کو قتل نہ کرنا، کھجوروں اور پھل لانے والے درختوں کو نہ کاٹنا، کھانے کے علاوہ کسی اور غرض کے لئے جانوروں کو ذبح نہ کرنا۔''

جب حضرت خالد بن ولیدؓ جنگ فراض میں دشمن کو شکست دے چکے تو انہیں شوق ہوا کہ وہ حج ادا کریں۔ انہوں نے اس بات کو خفیہ رکھا اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے۔ حج کی ادائیگی کے بعد حیرہ میں تیز رفتاری اپنے دستے سے آ ملے لیکن چونکہ انکے سر منڈے ہوئے تھے لہٰذا اس بات کی خبر حضرت ابو بکرؓ تک پہنچ گئی۔ انہوں نے بہت برا محسوس کیا اور حضرت خالدؓ بن ولید کو درج ذیل خط لکھا،

''تم چلتے جاؤ حتیٰ کہ تم یرموک میں مسلمانوں کے لشکر سے جا ملو کیونکہ وہ اس وقت دشمن کے نرغے میں ہیں اور زخمی ہیں، یہ حرکت جو تم نے ابھی کی ہے آئندہ نہ کرنا۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ تم مسلمانوں کو دشمن کے نرغے سے صاف بچا لاتے ہو اور تمہارے سامنے دشمن کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ اے ابو سلیمان! میں تمہیں تمہارے اخلاص اور خوش قسمتی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا، فخر و غرور کا شکار نہ ہو جانا ورنہ ناکام و نامراد ہو جاؤ گے، کسی بھی عمل پر نازاں نہ ہونا کیونکہ اللہ ہی احسان کرنے والا اور وہی جزا دینے والا ہے۔''

حضرت ابو بکرؓ اگرچہ اب جسمانی طور پر ضعیف ہو چکے تھے اس کے باوجود خود جا کر فوجی چھاؤنیوں کا معائنہ کرتے اور سپاہیوں میں جو اخلاقی خرابیاں نظر آتیں انہیں قرآن و سنت کے مطابق دور کرتے۔ قبائل کی باہمی رقابت کو دبا کر اسلامی رواداری کا سبق دیتے اور ان کے اخلاق و عادات کی اصلاح کے لیے ہمہ وقت مصروف رہتے۔

سامانِ جنگ کی فراہمی

حضرت ابوبکرؓ نے سامانِ جنگ کی فراہمی کا بہترین انتظام فرمایا۔مختلف ذرائع سے جو آمدنی آتی اس کا ایک معقول حصہ فوجی ساز وسامان اور اسلحہ کی خریداری پر لگا دیتے۔اس کے علاوہ قرآن پاک نے مالِ غنیمت میں رسول اللہ ﷺ اور ذوالقربیٰ کے جو حصے مقرر کئے ان کو بھی فوجی مصارف کے لئے مخصوص کردیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی ضروری مصارف کے بعد اس کو اسی کام میں لاتے تھے۔جنگی اونٹ اور گھوڑوں کی پرورش کے لئے مقامِ بقیع میں ایک مخصوص چراگاہ تیار کروائی جس میں ہزاروں جانور پرورش پاتے تھے۔[20]

تدوینِ قرآن

جنگ یمامہ میں سترّ حفاظ صحابہؓ شہید ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو مشورہ دیا کہ اس طرح قرآن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے،لہذا اسے مصحف کی شکل دے کر محفوظ کرلیا جائے۔حضرت ابوبکرؓ نے ان کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابتؓ کو تدوینِ قرآن کی ذمہ داری سونپی۔حضرت زید بن ثابتؓ کی سرکردگی میں کئی جلیل القدر صحابہؓ کی کمیٹی تشکیل دی گئی جنھوں نے قرآن کو جمع کیا اور نہایت تحقیق و احتیاط کے ساتھ رسول ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب سے لکھا۔ہر آیت کی حفّاظ تصدیق کرتے اور دو قابل اعتماد گواہوں کی اس گواہی کے بعد کہ وہ نبی ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھی اسے قلم بند کیا جاتا۔بالآخر قرآن پاک ایک صحیفے کی شکل میں محفوظ کرلیا گیا۔یہ اتنا بڑا کارنامہ تھا کہ امتِ مسلمہ ہمیشہ ان صحابہ کرامؓ کی ممنونِ احسان رہے گی۔

علم وفضل

حضرت ابوبکرؓ نے کسی باقاعدہ مکتب سے تو علم حاصل نہیں کیا تاہم آسمانِ علم پر درخشاں ہو کر چمکے۔ فصاحت وبلاغت، ادب وشاعری، علم الانساب، تعبیر رؤیا، حدیث، تفسیر اور اجتہاد میں ماہر مانے جاتے تھے۔

علم الانساب

علم الانساب یعنی قبائل کا نام اور نسب یاد رکھنا اس زمانے میں عرب کا مایہ ناز علم تھا اور جس شخص کو اس میں مہارت ہوتی اس کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کو اس علم میں کمال حاصل تھا۔ سیرت ابن ہشام میں حضرت ابوبکرؓ کی مہارت کا یوں ذکر کیا گیا ہے،

''ابوبکرؓ اپنی قومِ قریش کے ہر فرد کے نزدیک قابلِ احترام سمجھے جاتے تھے۔ وہ علم الانساب میں مہارت رکھتے تھے اور قریشِ مکہ کے تمام خاندانوں کے نسب نامے انہیں یاد تھے۔ اس کے علاوہ جو جن عادات کا حامل تھا اور جو نقائص اور اوصاف اس میں پائے جاتے تھے، وہ اس سے بھی خوب آگاہ تھے۔ ان کا یہ علم ایسا تھا کہ جس میں

قریش کا کوئی شخص ان کا حریف نہ تھا۔''

حضرت حسانؓ بن ثابت قریش کی ہجو کیا کرتے تھے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا، ''تم قریش اور ابوسفیان کی مذمت کرتے ہو، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں بھی قریشی ہوں اور ابوسفیان میرا چچازاد بھائی ہے؟'' انہوں نے کہا، ''قسم ہے آپ ﷺ کو ان سے علیحدہ کر لیتا ہوں۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''ابو بکر کے پاس جاؤ، وہ انسابِ عرب میں سب سے زیادہ ماہر ہیں۔'' اس روز سے وہ اس فن کو سیکھنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ حضرت جبیرؓ بن مطعم جو بہت بڑے نسّاب تھے، فرمایا کرتے تھے، ''میں نے اس فن کو حضرت ابوبکرؓ سے سیکھا ہے جو نسب دانی کی حیثیت میں تمام عرب میں ممتاز تھے۔''

علم تفسیر

حضرت ابوبکرؓ چونکہ سفر وحضر، جنگ وامن غرض کہ ہر وقت بحیثیت مشیر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور قرآنِ پاک رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سمجھا لہٰذا علمِ تفسیر پر بھی مکمل عبور حاصل تھا اور ہر آیت کے حقیقی مفہوم سے آگاہ تھے۔ایک مرتبہ لوگوں کو یہ آیت پڑھ کر سنائی،

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ ۚ لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اھۡتَدَیۡتُمۡ ؕ اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (المائدۃ:105)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر صرف تمہارے نفس کی ذمہ داری ہے۔جو گمراہ ہو گیا وہ تمہیں نقصان نہیں دے سکتا جبکہ تم ہدایت پر (قائم) ہو۔اللہ کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے پھر وہ تم کو بتا دے گا جو تم کرتے رہے۔‘‘

پھر فرمایا،’’حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب لوگ ناپسندیدہ کام کو دیکھتے ہیں اور ان کی اصلاح کی فکر نہیں کرتے تو اللہ کا عذاب سب کے لیے عام ہو جاتا ہے۔‘‘یعنی اس آیت سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ دوسروں کی اصلاح کا خیال رکھنا ضروری نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ اصلاحِ امت کے لیے فکر مند رہتے اور مسلمانوں میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احساس اجاگر کرنے کی کوشش کرتے رہتے تاکہ ہر انسان اصلاح کی کوشش کرے اور لوگ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہیں۔

تعبیر الرؤیا

حضرت ابوبکرؓ خواب کی تعبیر میں بھی ماہر تھے یہاں تک کہ صحابہ آپ ﷺ کے بعد ان کو سب سے بڑا مُعَبِّرِ خواب سمجھتے اور اپنے خواب بیان کر کے تعبیر لیتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت خالدؓ بن سعید نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنا خواب سنایا کہ وہ دہکتی ہوئی آگ کے کنارے کھڑے ہیں اور ان کے والد ان کو اس میں جھونک رہے ہیں۔اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں اور ان کو پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں۔حضرت ابوبکرؓ نے اس خواب کو سنا تو فرمایا،’’خالد تمہیں اس خواب کے ذریعہ راہِ حق کی ہدایت کی گئی ہے،تمہارا باپ تم کو

کفر پر مجبور کرتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی اتباع تمہاری نجات کا باعث ہوگی۔"

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ایک خواب میں تین چاند اپنے حجرے میں گرتے دیکھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو اس وقت آپؓ خاموش رہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور ان کے حجرے میں دفن ہوئے تو فرمایا، "یہ ان تینوں میں سے بہترین چاند ہے!۔" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابوبکرؓ اور عمرؓ میرے حجرے میں دفن ہوئے تو مجھے معلوم ہوگیا کہ باقی دو چاند سے مراد یہ دونوں صحابہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ بھی کبھی کبھی اپنا خواب بیان کر کے انہیں تعبیر کا حکم دیتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ چند سیاہ بھیڑوں میں بہت سی سفید بھیڑیں بھی شامل ہوگئی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ! سیاہ بھیڑیں اہل عرب ہیں جو پہلے رسول اللہ ﷺ کی تابع ہوں گی اور پھر کثرت سے عجمی، جو سفید بھیڑوں کی صورت میں ظاہر کی گئیں اسلام قبول کر کے ان میں شامل ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحیح ہے۔" ۲۱

تقریر و خطابت

آپؓ کو تقریر و خطابت میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ ان کی خاص تقریروں کے علاوہ عام تقریریں بھی نہایت پُر اثر ہوتی تھیں۔ ایک تقریر کے چند فقرے درج ذیل ہیں

"آج وہ حسین و روشن اور وفورِ شباب سے حیرت میں ڈالنے والے چہرے کہاں ہیں؟ آج بڑے بڑے شہروں کو بسانے والے اور ان کو قلعہ بند کرنے والے سلاطین کدھر گئے؟ آج بڑے بڑے غالب آنے والے سورما کیا ہوئے؟ زمانے کی گردشوں نے ان کی قوتیں پست کر دیں اور ان کے بازو توڑ دیئے اور وہ قبر کی تاریکی میں ہمیشہ کے لئے سو گئے۔" ۲۲

تقریر کی حالت میں رقت طاری ہو جاتی۔ ایک دفعہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا، "میں جس جگہ کھڑا ہوں، پچھلے سال خود رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف فرما تھے۔" یہ کہہ کر زارو قطار رونے لگے۔ اسی طرح ایک

روز تین مرتبہ تقریر کا ارادہ کیا اور ہر مرتبہ ایک دو جملے کہنے کے بعد آواز رندھ جاتی۔[۲۳]

ذوق سخن

ایک مرتبہ حضرت حسینؓ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو آپ ﷺ کی یاد تازہ ہوگئی۔ بے اختیار ان کو گود میں اٹھا لیا اور فرمایا

وبابی شبه النبی　　　لیس شبیها بعلی

میرا باپ فدا ہو نبی سے مشابہ ہے　　　علی سے مشابہ نہیں

حضرت علیؓ جو قریب ہی موجود تھے یہ سن کر ہنس پڑے۔

قبول اسلام کے بعد صرف ایسے اشعار سے دلچسپی رہ گئی تھی جن میں اللہ کی عظمت کا ذکر ہوتا اور شعراء سے بھی ایسے اشعار سننا پسند کرتے ایک مرتبہ لبید نے مصرعہ پڑھا الا کل شیء ما خلا اللّٰه باطل یعنی اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے تو فرمایا ''سچ ہے۔'' لیکن جب اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا، وکل نعیم لا محالة زائل'' یقیناً ہر نعمت زائل ہو جائے گی'' تو فرمایا ''غلط ہے. اللہ کے پاس ایسی نعمتیں ہیں جو زائل نہ ہوں گی۔''[۲۴]

اصول اجتہاد

رسول اللہ ﷺ کے جانشین کی حیثیت سے آپ نے اجتہاد کے اصول کا طریقہ بھی واضح کیا۔ مسند دارمی میں ہے، ''حضرت ابوبکرؓ کی عدالت میں جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے اور اس کے بارے میں قرآن میں کوئی حکم ہوتا تو فیصلہ اس کے مطابق کرتے ورنہ سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور جب وہاں سے بھی مطلب حاصل نہ ہوتا تو مسلمانوں (کے علماء) سے پوچھتے۔''

قیاسی مسائل سے خوف

قیاسی مسائل یا نصوصِ قرآنی میں اپنی رائے دینے سے احتراز برتتے اور فرماتے، ''اگر میں اللہ کی کتاب میں یا نامعلوم مسائل میں خواہ مخواہ رائے دوں تو کونسی زمین میرا بار اٹھائے گی اور کونسا آسمان مجھے سایہ دے گا۔''
نامعلوم مسائل میں حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ کوئی خائف نہ تھا تاہم ضرورت کے وقت قیاس سے کام لینے پر مجبور

ہو جاتے۔

ایک مرتبہ ایک ایسا مقدمہ پیش ہوا جسکے لیے نہ قرآن میں کوئی حکم ملتا نہ ہی حدیث میں تو مجبوراً قیاس سے کام لیا لیکن ساتھ ہی فرمایا، ''یہ میری رائے اگر صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے ہے اور میں خدا سے بخشش مانگتا ہوں۔''

فہم و فراست

۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے قبل ایک روز خطبہ میں فرمایا،

''اللہ نے اپنے بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تھا، بندے نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔'' حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا، ''یا رسول اللہ ﷺ آپ پر ہماری جان قربان!'' صحابہ کرامؓ حیران ہوئے کہ یہ رونے کی کونسی بات تھی لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرامؓ فرماتے تھے ہمیں حضرت ابوبکرؓ کے فہم و فراست پر حیرت ہوئی کیونکہ جو بات وہ اس وقت سمجھ گئے تھے ہم میں سے کوئی نہ جان سکا تو ہم مان گئے کہ حضرت ابوبکرؓ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ ۲۵

فضائل ابوبکرؓ

- حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھ کر پوچھا، ''آج کس نے روزہ رکھا؟'' حضرت عمرؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ میرا تو معاملہ یہ ہے کہ میں نے رات روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کیا اور اب میں روزے سے نہیں ہوں۔'' حضرت ابوبکرؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ رات میں نے روزہ رکھنے کی نیت کی اور اب میں روزے سے ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا، ''آج کس نے بیمار کی عیادت کی؟'' حضرت عمرؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ ہم نے ابھی نماز پڑھی ہے اور اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں تو بیمار پرسی کیسے کرتے؟'' حضرت ابوبکرؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے پتہ چلا کہ بھائی عبدالرحمٰن بن عوف بیمار ہیں تو میں راستے میں ادھر سے گزرتا ہوا عیادت کر کے مسجد

آ گیا۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "آج کس نے صدقہ کیا؟" حضرت عمرؓ نے کہا، "یارسول اللہ ﷺ ہم تو آپ کے ساتھ تھے صدقہ کیسے کرتے؟" حضرت ابوبکرؓ نے کہا، "یارسول اللہ ﷺ میں مسجد آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائل کچھ مانگ رہا تھا، عبدالرحمٰن کے لڑکے کے پاس روٹی کا ٹکڑا تھا تو وہ میں نے لے کر سائل کو دے دیا۔" رسول اللہ ﷺ نے دومرتبہ حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، "تمھیں جنت کی بشارت ہو۔"

حضرت عمرؓ نے یہ بات سنی تو لمبی آہ بھری۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور کوئی ایسی بات کہی جس سے وہ خوش ہو گئے۔ ۲٦

- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "جو شخص اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے اسے جنت کے دروازوں سے آواز دی جاتی ہے کہ اللہ کے بندے یہ خیر (بھلائی) ہے۔ جو نمازی ہوتا ہے اسے نماز والے دروازے سے پکارا جاتا ہے۔ جو مجاہد ہوتا ہے اسے جہاد والے دروازے سے آواز دی جاتی ہے۔ جو روزہ دار ہوتا ہے اسے باب الرّیّان سے بلایا جاتا ہے۔ جو صدقات و خیرات دینے والا ہوتا ہے۔ اسے صدقے کے دروازے سے بلایا جاتا ہے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا

نَعَمْ ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ ۲۷

"ہاں اور مجھے توقع ہے کہ تم ان میں سے ہوگے اے ابوبکر۔"

- احمد و ترمذی میں حدیث رسول اللہ ﷺ ہے، "میری امت میں میرے امتیوں کے ساتھ سب سے زیادہ مہربانی کرنے والے، رحمدل حضرت ابوبکرؓ ہیں۔"

- حضرت عمرؓو بن العاص کہتے ہیں میں نے پوچھا، ''یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کس کو زیادہ پسند کرتے ہیں؟ فرمایا، ''عائشہ کو''۔ پھر میں نے عرض کیا مردوں میں سے؟ فرمایا، ''اُن کے والد کو'' پھر پوچھا ان کے بعد کس کو؟ فرمایا، ''عمرؓ''۔ ۲۸

- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم عتیق ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد کیے ہوئے ہو۔'' اس دن سے ان کا نام عتیق ہو گیا۔ ۲۹

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''سب آدمیوں سے زیادہ مال اور رفاقت میں مجھ پر ابوبکر کا احسان ہے اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا دلی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا البتہ ان سے اسلامی اخوت ومحبت ہے۔ دیکھو مسجد (نبوی) کی طرف کسی کا دروازہ نہ رہے سوائے ابوبکر کے گھر کے دروازے کے۔'' ۳۰

- ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان تکرار ہو گئی اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے معافی مانگی مگر حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں چلے گئے کہ انکے کپڑے کا کونہ گھٹنے پر سے ہٹا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے پاس بیٹھے صحابہ کو فرمایا، ''کہ تمہارے صاحب (ابوبکرؓ) کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔'' حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں میں نے سلام کیا اور کہا مجھ میں اور عمرؓ بن خطاب میں تکرار ہو گئی اور میں نے جلدی میں ان کو برا بھلا کہہ دیا۔ پھر میں شرمندہ ہوا اور ان سے معافی مانگی مگر انہوں نے انکار کر دیا اب میں آپ ﷺ کے پاس آ گیا ہوں (آپ ﷺ ان کو سمجھائیں) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا،

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ

اے ابوبکر اللہ تم کو بخش دے

ادھر حضرت عمرؓ شرمندہ ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے گھر گئے مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر پر نہیں لہذا وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے اور سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ حساس دل حضرت ابو بکرؓ ڈر گئے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ سے خفا نہ ہوں لہٰذا دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور دو مرتبہ کہا، "أنا كُنتُ أظلَمُ يا رسول الله ﷺ" یعنی خطا میری تھی میں نے ہی عمرؓ کو برا بھلا کہا تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لوگو یہ سمجھ لو) "اللہ نے مجھے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن تم نے مجھے جھوٹا کہا اور ابو بکرؓ نے مجھے سچا کہا اور اپنے مال اپنی جان سے میری خدمت کی"۔ پھر دو مرتبہ فرمایا،

"فَهَلْ أَنْتُمْ تارِكو لِي صاحِبي؟"

کیا تم میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں؟

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو کسی نے نہ ستایا۔ ۳۱

• حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا، "آپؓ غار میں میرے ساتھ تھے اِسی طرح حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ رہیں گے۔" ۳۲

• مکہ کی فتح اور حنین وطائف کے غزوات سے فارغ ہو کر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو مختلف تنظیمی و تبلیغی امور میں مصروف ہو گئے۔ تبوک کی مہم پیش آئی پھر عرب قبائل کے وفود کا تانتا بندھ گیا اسی لئے ۹ھ کو عام الوفود کہا جاتا ہے۔ اسی دوران میں حج کا زمانہ آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اپنی مصروفیات کی بنا پر نیز حضرت ابو بکرؓ کے مرتبہ کو لوگوں پر واضح کرنے کے لئے انہیں تین سو صحابہ پر امیر الحج مقرر کر کے مکہ روانہ کیا اور اپنی قربانی کے بیس اونٹ ساتھ دیئے۔ فتح مکہ کے بعد یہ پہلا حج تھا جو مسلمانوں نے آزادانہ اسلامی طریقے سے ادا کیا اور ابو بکرؓ پہلے امیرِ حج بنائے گئے تھے۔

اخلاق و عادات

حضرت ابوبکرؓ بچپن ہی سے پاک باز، با عفت اور بلند اخلاق کے حامل تھے۔ جوانی میں آپؓ اپنی دیانت، راست بازی، امانت، اور حسنِ اخلاق کے باعث نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اعلیٰ کردار، ملنسار اور وعدے کے پکے تھے۔ مقدمات کے تصفیہ کے وقت اکثر آپؓ سے رجوع کیا جاتا۔ زمانۂ جاہلیت میں خون بہا کی رقم انہی کے پاس جمع کی جاتی اگر وہ رقم کسی اور شخص کے پاس جمع کی جاتی تو قریش اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ دورِ جاہلیت میں شراب نوشی عام تھی لیکن مالدار ہونے کے باوجود حضرت ابوبکرؓ کو اس دور میں بھی شراب سے نفرت تھی کیونکہ آپؓ فرماتے تھے کہ شراب پینے سے انسان کی عزت کو نقصان ہوتا ہے۔ قریش کے بت پرستانہ عقائد سے آپؓ نفرت کرتے اور ان تمام مشرکانہ رسوم سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھتے جن میں اہلِ مکہ مبتلا تھے۔

مشہور مورخ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ بھی ان کے اعلیٰ اخلاق کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں،

"He was a wealthy merchant, much respected by his fellow citizens for the integrity of his character and for his intelligence and ability." ۳۳

”وہ ایک امیر تاجر تھے۔ با اصول، خودار، باوقار انسان جو اپنی ذہانت اور قابلیت جیسی اخلاقی خوبیوں کی بناء پر اپنے ہم وطنوں میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔“

حضرت ابوبکرؓ کا ایمان

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی بازار میں گائے کو ہانکتا ہوا جا رہا تھا جس پر بوجھ لدا ہوا تھا۔ گائے نے پیچھے مڑ کر آدمی سے گفتگو کی اور کہا کہ میں بوجھ لادنے کے لئے نہیں بلکہ ہل جوتنے کے لئے بنائی گئی ہوں لوگوں نے تعجب سے سبحان اللہ کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

’’میں، ابوبکرؓ اور عمرؓ اس پر یقین رکھتے ہیں‘‘۔ حالانکہ اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ وہاں موجود نہ تھے۔ ۳۴ے

جلال الدین سیوطی اپنی تصنیف تاریخ الخلفاء میں بیہقی کے حوالے سے حضرت عمرؓ کا یہ قول تحریر کرتے ہیں کہ اہالیان زمین اور حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کا وزن کیا جائے تو آپ کے ایمان کا پلہ جھک جائے گا۔

حضرت ربیعہ بن جعفرؓ اور حضرت ابوبکرؓ میں ایک درخت پر باہم اختلاف ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بحث کے دوران کوئی ایسا جملہ کہہ دیا جو حضرت ربیعہ کو برا لگا لیکن جیسے ہی ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو فرمانے لگے، ’’ربیعہ تم بھی مجھے کوئی ایسی سخت بات کہہ دو‘‘، انہوں نے انکار کیا تو دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ساری بات سن کر فرمایا، ’’ربیعہؓ تم کوئی سخت جواب نہ دو اور یہ کہہ دو، ’’یغفر اللّٰہ لك یا ابا بکر‘‘ ابوبکر اللہ تمہیں معاف کر دے۔ حضرت ابوبکرؓ پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ زاروقطار روئے اور ان کے آنسو رواں دواں ہو گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کا اللہ کی قدرتوں پر کامل یقین تھا چنانچہ انہوں نے اپنی انگوٹھی پہ یہ الفاظ نقش کرا دیئے تھے ’’نعم القادر اللّٰہ‘‘۔ ۳۵ے

اسی کامل ایمان کے نتیجے میں اللہ نے ان کے لئے اپنی قدرتیں نازل کیں اور جو کام بڑے بڑے سیاستدان اور سپہ سالار برسوں میں انجام نہ دے سکے تھے وہ آپؓ نے مہینوں میں انجام دے دیئے۔

لقب ’’صدیق‘‘

مکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جبرئیلؑ کے ذریعے راتوں رات زمین سے آسمانوں کا سفر کرایا اور شرفِ ملاقات بھی بخشا۔ جب رسول اللہ ﷺ معراج سے لوٹے اور مکہ والوں کو اس کے بارے میں بتایا تو کفار ہنستے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ’’ابوبکر کچھ سنتے ہو تمہارا ساتھی کیا کہتا ہے؟‘‘ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا، ’’کیا؟‘‘ تو کفار بولے ’’وہ کہتا ہے کہ راتوں رات آسمانوں کی سیر کر آیا ہے۔‘‘ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ بذاتِ خود اس وقت تک رسول اللہ ﷺ سے نہ ملے تھے اور نہ ہی براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تھی

لیکن کفار کی باتیں سن کر کہا، ''اگر رسول اللہ ﷺ ایسا کہہ رہے ہیں تو یہ سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا۔'' یوں واقعہ معراج پر حضرت ابوبکرؓ نے فوراً رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی اور ان کو لقب ''صدیق'' عطا ہوا۔ صدیق وہ ہوتا ہے جس کے ظاہر و باطن میں ذرا بھی جھوٹ نہ ہو اور سچ کی تصدیق کرنے والا ہو اور حضرت ابوبکرؓ من وعن ایسے

ہی تھے۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ نے حق پیش کیا حضرت ابوبکرؓ نے بغیر شک وشبہہ کے اسکی تصدیق کر دی۔ نبی ﷺ کے دور کے شاعرِ اسلام، حضرت حسان بن ثابتؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی شان میں تعریف کرتے ہوئے یوں لکھا،

والثانی التالی المحمود مشھده

واوّل النّاس منھم صدق المرسلا

''وہی ثانی (دوسرے) اور آپ ﷺ کے بعد متصل ہیں (آپ کے بعد خلیفہ ہوئے) جن کی مشکلات میں رہنے کی بدولت تعریف کی گئی اور وہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسولوں کی تصدیق میں پہل کی ہے۔''

خشیت

حضرت ابوبکرؓ رات رات بھر نمازیں پڑھتے تھے اور دن کو اکثر روزے رکھتے۔ خصوصاً گرمی کے موسم میں روزے رکھتے۔ خضوع وخشوع کا یہ عالم تھا کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حس وحرکت نظر آتے۔ رِقت اس قدر طاری ہوتی کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی۔ خوفِ محشر کے سبب دنیا کا ذرّہ ذرّہ ان کے لئے باعث عبرت تھا، کوئی درخت دیکھتے تو کہتے، ''اے کاش میں درخت ہی ہوتا کہ عاقبت کے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا۔'' کسی باغ سے گزرتے اور چڑیوں کو چہچہاتے دیکھتے تو سرد آہ کھینچ کر فرماتے، ''پرندو! مبارک ہو تم دنیا میں چرتے چگتے ہو، درخت کے سائے میں بیٹھتے ہو اور قیامت کے روز تمہارا کوئی حساب نہیں، کاش ابوبکر بھی تمہاری طرح ہوتا۔''

قرآن کی تلاوت کرتے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر

روتے کہ آس پاس کے تمام لوگ جمع ہو جاتے، اور رِقت قلب کے باعث وہ بار بار سرد آہ کھینچتے تھے یہاں تک کہ لوگ آپؓ کو "اوّاہٌ منیب" کہنے لگے۔ لوگوں کو بھی آخرت کا خوف دلاتے اور فرماتے "خوف الٰہی سے رونے والو گریہ وزاری کرلو ورنہ وہ دن آنے والا ہے جبکہ تم کو رُلایا جائے گا۔" یہ تھی حضرت ابو بکرؓ کی خیر خواہی کہ اپنے ساتھ سب کی عاقبت کے لیے حددرجہ فکر مند رہتے۔ کبھی فرماتے، "میری خواہش ہے کہ میں کسی مومن بندے کے جسم کا ایک بال ہوتا۔" اور کبھی فرماتے، "کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔" (تاکہ حساب سے بچ جاتا)۔

۱۲ھ میں حج کیلیے تشریف لے گئے۔ وہاں مکہ میں رسولؐ کی تعزیت کے لیے آپؓ کے پاس عکرمہ بن ابی جہل اور چند لوگ آئے، یہ لوگ تعزیت کرتے جاتے اور حضرت ابو بکرؓ روتے جاتے۔

تقوٰی

ایک مرتبہ زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص آپ کو کسی نا معلوم راستے سے لے چلا اور بولا، "اس راہ میں ایسے آوارہ بدمعاش لوگ رہتے ہیں کہ اس طرف سے گزرنے میں حیا آتی ہے۔" یہ سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ لوٹ آئے اور کہا، "میں ایسے شرمناک رستے سے نہیں جا سکتا۔"

ایک مرتبہ ایک غلام نے آپؓ کو کھانے کی کوئی چیز دی اور کہا، "کہ آپؓ جانتے ہیں کہ یہ کس طرح حاصل ہوئی" فرمایا، "بیان کرو۔" غلام بولا، "زمانۂ جاہلیت میں نے ایک شخص کی فال کھولی تھی۔ فال کھولنا تو میں نہیں جانتا تھا لیکن اسے دھوکہ دیا۔ آج اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے صلے کے طور پر یہ کھانا دیا۔" یہ سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ نے منہ میں انگلی ڈالی اور جو کھایا تھا قے کر کے فرمایا، "جو جسم اکل حرام سے پرورش پاتا ہے جہنم اس کا بہترین مسکن ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایفائے عہد

رسول اللہ ﷺ کے قرضوں کو چکانا اور وعدوں کو پورا کرنا بھی حضرت ابوبکرؓ نے اپنے فرائض خلافت میں شامل سمجھا اور پہلی ہی فرصت میں اس فرض کو ادا کیا۔ بحرین کی فتح کے بعد جونہی مال غنیمت پہنچا، انہوں نے اعلان عام کر دیا، "رسول اللہ ﷺ کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو یا رسول اللہ ﷺ نے کسی سے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ میرے پاس آئے۔" اس اعلان پر حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تین مرتبہ ہاتھوں سے بھر بھر کر دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے انہیں اسی طرح تین مرتبہ دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر

عطا فرمایا۔ ۳۶ نیز حضرت بشیر مازنیؓ کے کہنے پر ان کو بھی چودہ سو درہم عطا کیے۔

تربیتِ اولاد

حضرت ابوبکرؓ اولاد سے بہت محبت کرتے تھے اور انہوں نے ان کی کردار سازی پر بھرپور توجہ دی۔ اگرچہ ان سے شفقت کا معاملہ بھی کرتے تھے لیکن تربیت اولاد میں بہت با اصول تھے۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک روز وہ رسول اللہ ﷺ سے اونچا بول رہی تھیں تو ان کی بلند آواز سن کر حضرت ابوبکرؓ اندر آ گئے اور ان کو مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ بیچ میں آ گئے۔ تب وہ وہاں سے چلے گئے۔

شفقت

حضرت ابوبکرؓ اپنے پرائے تمام بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ بچے بھی ان سے بہت مانوس تھے اور جب وہ محلّہ میں نکلتے تو بچے ان سے لپٹ جاتے۔ آپؓ ہر ایک سے پیار کرتے، کسی کو گود میں اٹھا لیتے، کسی کو چومتے اور کسی کو کندھے پر بٹھا لیتے۔ مجاہدین جہاد کے لیے روانہ ہوتے اور ان کے بچے روتے تو ان کو سختی سے تاکید کرتے کہ بچوں کو نہ ماریں۔

ان کی بیٹی حضرت اسماءؓ اور ان کے شوہر حضرت زبیر بن العوامؓ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو ان کے معاشی حالات اچھے نہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں نخلستانِ بنو نضیر میں ایک زمین عطا کی جو مدینہ سے

تین فرسخ دور تھی۔ حضرت اسماءؓ کے پاس کوئی غلام یا ملازم نہ تھا لہٰذا خود اپنے گھوڑے اور اونٹ کی نگہداشت کرتیں، ان کے لیے چارہ اور کھجور کی گٹھلیاں تین فرسخ دور سے سر پہ اٹھا کر لاتیں۔ کنویں سے پانی بھرتیں۔ جب چمڑے کے ڈول اور پانی کی مشک پھٹ جاتی تو اسے سیتیں اور آٹا گوندھتیں۔ ان کی محنت اور مشقت دیکھ کر آپؐ نے اپنی بیٹی کو غلام عطا کیا تو ان پر سے کاموں کا بوجھ ہلکا ہوا۔

غزوہ احد کے بعد ایک صحابیؓ نے دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ لیٹے تھے اور ایک بچی کو اپنے سینے پر بٹھایا ہوا تھا، نہایت محبت سے اس کو چومتے اور پیار کرتے۔ انہوں نے حیرت سے پوچھا ''یہ کون ہے؟'' تو فرمایا ''یہ شہیدِ احد سعد بن ربیعؓ انصاری کی بیٹی ہے جس نے اپنی جان رسول اللہ ﷺ پر قربان کر دی۔''

مہمان نوازی

حضرت ابو بکرؓ نہایت مہمان نواز تھے۔ ایک رات ان کے ہاں چند مہمان آئے تو انہوں نے اپنے صاحبزادے عبدالرحمٰنؓ کو ہدایت فرمائی، ''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا رہا ہوں تم میرے واپس آنے سے پہلے ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہو جانا۔''

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حسب ہدایت ان کے سامنے کھانا پیش کیا لیکن انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی غیر موجودگی میں کھانے سے انکار کر دیا۔ اس رات حضرت ابو بکرؓ بہت دیر سے تشریف لائے اور جب یہ معلوم ہوا کہ مہمان اس وقت تک بھوکے بیٹھے ہیں تو اپنے بیٹے پر بہت ناراض ہوئے، اُسے برا بھلا کہا اور فرمایا، ''واللہ میں آج اس کو کھانے میں شریک نہ کروں گا۔'' حضرت عبدالرحمٰنؓ ڈر کے مارے مکان کے ایک گوشے میں چھپ گئے۔ آخر وہ ہمت کر کے سامنے آئے اور بولے، ''آپؓ مہمانوں سے پوچھ لیں کہ میں نے کھانے کے لئے اصرار کیا تھا۔'' مہمانوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا اللہ کی قسم جب تک آپؓ عبدالرحمٰنؓ کو نہ کھلائیں گے ہم لوگ بھی نہ کھائیں گے۔ یہ سن کر ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور دسترخوان بچھایا گیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں، ''اس روز کھانے میں اس قدر برکت ہوئی کہ ہم لوگ کھاتے جاتے تھے لیکن وہ کسی طرح کم نہ ہوتا

تھا یہاں تک کہ اس میں سے کچھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔" ۳۷

خدمتِ خلق

خدمتِ خلق سے حضرت ابوبکرؓ کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا لہٰذا آپؓ اکثر محلّہ والوں کا کام کر دیتے۔ بیماروں کی تیمارداری فرماتے اور اپنے ہاتھ سے ضعیف و ناتواں کی خدمت انجام دینے میں پیش پیش رہتے تھے۔ اطراف مدینہ میں ایک ضعیف و نابینا عورت رہتی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ روز صبح اس کے جھونپڑے میں جاتے تاکہ اس کی خدمت کر سکیں لیکن وہ دیکھتے کہ کوئی شخص ان سے بھی پہلے یہ ثواب حاصل کر جاتا ہے۔ ایک مرتبہ صبح سویرے آئے تو دیکھا کہ خلیفہ اوّل یعنی حضرت ابوبکرؓ اس ضعیفہ کی خدمت سے فارغ ہو کر جھونپڑے سے باہر نکل رہے ہیں۔ ان کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا،

"قسم ہے اے خلیفۃ الرسول! کیا روز آپ ہی سبقت کر جاتے ہیں۔" ۳۸

حضرت ابوبکرؓ کو کسی بھی کام سے عار نہ تھا۔ اکثر اپنی بھیڑیں خود ہی چرا لیتے اور محلّہ والوں کی بکریوں کا دودھ بھی دوہ دیتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بن گئے تو ایک لڑکی نے کہا کہ اب وہ خلیفہ بن گئے ہیں تو ہماری بکریاں نہیں دوہا کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا، "اللہ کی قسم! میں ضرور دوہا کروں گا اور مجھے توقع ہے کہ جو ذمہ داری مجھ پر آ پڑی ہے وہ میری عادتوں کو تبدیل نہیں کرے گی۔" لہٰذا خلافت کے بعد بھی آپؓ اُن کی بکریوں کا دودھ دوہتے رہے۔ یہاں تک کہ چھ ماہ بعد آپؓ سُنح سے مدینہ منتقل ہو گئے۔

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت ابوبکرؓ نے اسلام کے لئے بے انتہا مالی خدمات انجام دیں۔ مکہ میں جب غلام اور بے بس لوگ اسلام لاتے تو ان کے کافر مالک ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھاتے۔ آپؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپؓ نے بے تحاشا دولت خرچ کر کے کئی مسلمان غلاموں اور لونڈیوں کو ان کے مالکوں سے خرید کر آزاد کیا۔ اِن میں حضرت بلالؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، نذیرہؓ، نہدیہؓ، جاریہؓ، بنی مولؓ اور بنت نہدیہؓ وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہ نے جب ان کو غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کروانے میں اس طرح دولت لٹاتے دیکھا تو کہا، ''بیٹا! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جن لوگوں کو آزاد کرانے پر روپیہ پیسہ خرچ کر رہے ہو وہ بہت کمزور ہیں۔ اگر تم طاقتور جوانوں کو آزاد کراتے تو ضرورت کے وقت وہ تمہارے کام آتے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، ''میں نے غریبوں کو اپنے کسی فائدے کے لئے خرید کر آزاد نہیں کیا بلکہ یہ کام صرف اللہ کی رضا کیلئے کیا ہے وہی اس کا بدلہ دے گا۔''

حضرت ابوبکرؓ نے چونکہ اپنی تمام دولت اسلام پر نثار کر دی تھی اس لیے کبھی کبھی عسرت کی وجہ سے دو دو تین تین دن فاقے میں بھی گزر جاتے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھوک سے بے قرار دیکھا تو فرمایا، '' میں بھی تمہاری طرح بھوکا ہوں۔'' جب یہ بات ابوالہیثمؓ کو معلوم ہوئی تو سب کو اپنے گھر دعوت پر لے گئے۔ جنگِ تبوک کے موقع پر حضرت عمرؓ اپنے گھر کا آدھا سامان یہ سوچ کر لائے تھے کہ آج حضرت ابوبکرؓ سے آگے بڑھ جائیں گے مگر دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ گھر کا سارا سامان لے آئے ہیں۔ ان کی سخاوت دیکھ کر رو پڑے اور کہا

ما استبقنا الیٰ خیر قط الا سبقنا ابو بکر

ہم جب بھی نیکی کی طرف جھپٹے اس میں ابوبکرؓ ہم سے آگے ہی بڑھ جاتے۔

شاعرِ ملت علامہ اقبالؒ نے حضرت ابوبکرؓ کے اس جذبہ قربانی کو اپنی ایک خوبصورت نظم ''حضرت ابوبکر صدیقؓ'' میں قلمبند کیا ہے۔ جس کا ایک شعر ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس! (بانگ درا)

حضرت ابوبکرؓ کی فیاضی کا سلسلہ زندگی کی آخری سانسوں تک جاری رہا یہاں تک کہ وفات کے وقت بھی آپ نے مسکینوں اور فقیروں کو یاد رکھا اور اپنے مال میں سے خمس کی وصیت فرما دی۔

تواضع

حضرت ابوبکرؓ نہایت متواضع تھے۔ جب خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے آپؓ اپنا ذاتی کام نہ کر سکے تو صحابہؓ سے فرمایا ''میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل وعیال کا بار اٹھانے سے قاصر نہ تھا لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مصروف ہو گیا ہوں لہٰذا آل ابوبکرؓ اس مال (بیت المال) میں سے کھائیں گے۔'' صحابہؓ نے اسے منظور کرلیا۔ اور انکا وظیفہ بیت المال سے مقرر کر دیا تا کہ خلافت کے کام یکسوئی سے انجام دے سکیں۔

۳۹

عجز وتواضع کی انتہا یہ تھی کہ لوگ جانشینِ رسول ﷺ کی حیثیت سے عزت کرتے تو آپؓ کو تکلیف ہوتی اور فرماتے مجھے لوگوں نے بہت بڑھا دیا ہے۔ کوئی ان کی تعریف کرتا تو آپؓ یہ مسنون دعا پڑھتے،

اَللّٰھُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَاغْفِرْلِیْ مَا لَا یَعْلَمُوْنَ وَ اجْعَلْنِیْ خَیْرًا مِّمَّا یَظُنُّوْنَ ۴۰

''اے اللہ نہ گرفت فرمانا میری اس وجہ سے جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں اور معاف فرما دے مجھے (اس بات پہ) جو وہ نہیں جانتے۔ اور مجھے اس سے بہتر بنا دے جو وہ (میرے بارے میں) گمان کر رہے ہیں۔''

تکبر وغرور کی علامات سے بھی خوفزدہ ہو جاتے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جو تکبر سے اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے چلتا ہے، قیامت کے روز اللہ اس کی طرف نگاہ نہ کرے گا۔'' حضرت ابوبکرؓ نے ڈر کر کہا کہ میرا تہبند بھی کبھی کبھی لٹک جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔'' ۴۱

زُہد

حضرت ابوبکرؓ کو امارت اور دنیاوی عہدے پسند نہ تھے۔ خلافت کا بوجھ بھی محض امت کو اختلاف سے محفوظ رکھنے کے لئے اٹھا لیا تھا ورنہ دل میں اس ذمہ داری کی تمنا نہ تھی۔ انہوں نے اکثر اپنے خطبوں میں اس حقیقت کی وضاحت کی اور اعلان کر دیا تھا کہ اگر کوئی اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے تو وہ نہایت خوشی

سے ہٹ جائیں گے۔

حضرت رافع ؓ طائی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے کہا، ''آپؓ بزرگ ہیں مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔'' تو فرمایا، ''اللہ تم پر رحمت و برکت نازل فرمائے، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو اور سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کبھی امارت و سیادت قبول نہ کرو، دنیا میں امیر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے اور قیامت کے روز اس کا محاسبہ نہایت سخت اور طویل ہوگا۔''

ایک مرتبہ انھوں نے پینے کے لئے پانی مانگا۔ لوگوں نے پانی اور شہد ملا کر پیش کیا لیکن جیسے ہی منہ کے قریب لے گئے، بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس قدر روئے کہ تمام حاضرین پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ جب پُرسکون ہوئے تو لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کسی چیز کو دور دور کہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا چیز ہے جس کو رسول اللہ ﷺ دور فرما رہے ہیں کیونکہ میں تو کچھ نہیں دیکھتا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میرے سامنے آئی تھی میں نے اس کو دور کر دیا۔ اس وقت اچانک یہ واقعہ مجھے یاد آ گیا اور میں ڈر گیا کہ کہیں میں اس دنیا کے دام میں نہ پھنس جاؤں۔ ۴۲؎

رسول اللہ ﷺ کے راز دار

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ روزانہ صبح و شام حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لاتے۔ مدینہ منورہ میں بھی ان کو اکثر رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس دیر تک اہم امور پر بات چیت کے لیے رکنا پڑتا۔ حضرت عمرؓ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات رات بھر حضرت ابو بکرؓ سے مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ کرتے اور ان کی راز داری و خلوص پر اسقدر اعتماد تھا کہ پوشیدہ سے پوشیدہ بات بھی بتا دیتے۔ ہجرت جیسے اہم معاملہ میں رسول اللہ ﷺ نے صرف حضرت ابو بکرؓ ہی کو شریک راز رکھا۔

ان کی راز داری کا یہ حال تھا کہ معمولی سے معمولی راز بھی کبھی ظاہر نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حفصہؓ کی شادی کا پیغام حضرت ابو بکرؓ کو دیا تو آپؓ خاموش ہو گئے۔ جب کچھ ہی دنوں کے بعد

ان کی شادی رسول اللہ ﷺ سے ہوگئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا، ”شاید تم کو میری خاموشی ناگوار لگی تھی“ انہوں نے کہا، ”کیوں نہیں“ تب آپؓ نے فرمایا، ”میں رسول اللہ ﷺ کے ارادے سے آگاہ تھا اور قبل از وقت اسے ظاہر نہیں کرسکتا تھا“۔ ۴۳؎

رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت اور متعلقین کا خیال

باغِ فدک اور مسئلہ خمس کے تنازعات نے رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں میں غلط فہمی پھیلا دی تھی۔ خصوصاً حضرت فاطمہ ؓ کو اس بات کا بہت رنج تھا۔ تاہم خلیفہ اوّل نے ہمیشہ ان کے ساتھ لطف و محبت کا سلوک قائم رکھا اور انکی وفات کے وقت معافی بھی مانگ لی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کے لئے کوئی وصیت فرمائی تھی یا جن پر آپ ﷺ کا خاص کرم رہتا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے ہمیشہ ان کی تعظیم کی اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا خیال رکھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں اکثر حضرت اُم ایمنؓ کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس سلسلے کو جاری رکھا۔ اس طرح سندر نامی ایک غلام کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر کے فرمایا تھا کہ ”تیرے حق میں ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہوں۔“ حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنتے ہی ان کا وظیفہ مقرر فرمایا اور زندگی بھر اس کو جاری رکھا۔

لباس وغذا

آپؓ کی زندگی نہایت سادہ تھی، عام کپڑے استعمال فرماتے، دسترخوان بھی پر تکلف نہ تھا۔ مکہ کے امیر ترین تاجر تھے لیکن اسلام کی اشاعت اور اعانت میں اپنا سارا مال خرچ کردیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ عسرت کی وجہ سے کبھی کبھی فاقہ بھی کرنا پڑتا۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں سادگی کا جو معیار حضرت ابوبکرؓ نے اپنایا بعد میں بھی اس پر قائم رہے بلکہ خلافت کے بعد لباس اور غذا میں حضرت ابوبکرؓ کی سادگی اور بھی بڑھ گئی۔

رحلت ابو بکر صدیقؓ

علالت وانتقال

ایک سرد دن حضرت ابو بکرؓ نے غسل کیا تو بخار ہو گیا اور مسلسل کئی دن نہ اترا حتیٰ کہ مسجد بھی نہ جا سکتے تھے۔ اس دوران حضرت عمرؓ امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مرض بڑھتا گیا اور جب زندگی کی امید نہ رہی تو انہوں نے اپنے گھریلو معاملات کی طرف توجہ کی۔ حضرت عائشہ ؓ کو انہوں نے مدینہ یا بحرین کے نواح میں اپنی ایک جاگیر دے دی تھی لیکن اب خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہو گی۔ اس لیے حضرت عائشہ ؓ کو بلا کر فرمایا، ''جانِ پدر غربت و امارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو، لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے کیا تم اس میں اپنے بہن بھائیوں کو شریک کر لو گی؟'' حضرت عائشہؓ نے حامی بھر لی۔ اس کے بعد آپؓ نے بیت المال سے جتنا قرض لیا تھا اس کا حساب لگایا اور وصیت فرمائی کہ ان کا ایک خاص باغ بیچ کر بیت المال کی ادائیگی کی جائے۔

حضرت ابو بکرؓ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کیا تو چند صحابہ کو یہ فیصلہ درست نہ لگا۔ کسی نے کہا کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں بہت سختی ہے آپؓ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ کو غصہ آ گیا اور لوگوں سے فرمایا ''مجھے بٹھا دو۔'' پھر بیٹھ کر فرمایا، ''میں اللہ کو نہایت عاجزی سے کہوں گا کہ اے اللہ! اس وقت تیری زمین پہ جو سب سے بہترین بندہ تھا میں نے اس کو خلیفہ نامزد کیا تھا۔'' اس کے بعد اپنی بیٹی عائشہؓ کو کہا، ''مسلمانوں کی ملکیت میں سے میرے پاس صرف یہ ایک حبشی غلام، یہ پانی لانے والا اونٹ اور یہ پرانی چادر ہے۔ میرے انتقال کے بعد یہ چیزیں عمرؓ کو روانہ کر دینا۔'' ان کی وصیت کے مطابق بیت المال کی یہ چیزیں حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کو روانہ کیں تو حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا، ''اے ابو بکرؓ! اللہ آپؓ پر رحم و کرم کی بارشیں کرے آپؓ نے تو مجھ پر بوجھ لاد دیا ہے۔'' اس واقعہ سے دونوں خلفائے راشدین کے تقویٰ کی انتہا ظاہر ہوتی ہے۔

وصیتیں:

حضرت ابو بکرؓ جب شدید بیمار ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو بلا کر امور سلطنت کے بارے میں ضروری ہدایات دیتے ہوئے فرمایا، ''عمر جو کہتا ہوں غور سے سنو پھر اس پر عمل کرنا۔ آج دوشنبہ کا دن ہے اور مجھے امید ہے کہ میں آج رات انتقال کر جاؤں گا۔ اگر میں انتقال کر جاؤں تو شام ہونے سے پہلے اور اگر مجھے رات تک دیر لگے تو لوگوں کو بلا کر سپہ سالار مثنیٰ کے ساتھ عراق کی مہم پر روانہ کر دینا۔ میری موت کی مصیبت خواہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو تم کو دین کے احکام اور اوامر خداوندی کی تکمیل سے ہرگز باز نہ رکھے۔ تم نے دیکھا نہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر کیا کیا تھا حالانکہ لوگوں کے لئے وہ عظیم ترین سانحہ تھا اللہ کی قسم! اگر میں اس وقت اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل میں ذرا بھی تاخیر کرتا تو اللہ ہمیں ذلیل کر دیتا، ہمیں سزا دیتا اور مدینہ میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھتے۔'' آخر میں فرمایا، ''اے عمر! اگر تم میری ان نصیحتوں پر غور کرو گے اور ان کو قابل عمل ٹھہراؤ گے تو موت سے زیادہ کسی چیز کو قابل محبت نہ قرار دو گے اور نہایت عاجزی وانکساری کیساتھ اللہ کے انعامات کی دعا کرو گے۔ لیکن اگر ان پر عمل نہیں کرو گے تو سب سے زیادہ خوف زدہ کرنے والی شے تمہارے نزدیک موت ہوگی۔ یاد رکھو تمہارے امور کا مالک اللہ ہے، تم اللہ تعالیٰ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔''[۲۴]

مرض وفات میں لوگ عیادت کو آئے تو انہوں نے پوچھا، ''کسی طبیب کو دکھایا؟'' فرمایا، ''ہاں۔'' لوگوں نے پوچھا، ''وہ کیا کہتا ہے؟'' فرمایا، ''وہ کہتا ہے فعال لما یرید۔'' یعنی اللہ کے ارادے میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا اور اشارے سے واضح کر دیا کہ وہ اپنی موت کے فیصلے کو قبول کر چکے ہیں۔ تجہیز و تکفین کے متعلق فرمایا، ''دیکھو میرے جسم پر جو چادر ہے اسی کو دھو کر کفن بنا دینا۔'' حضرت عائشہؓ رو پڑیں اور کہا، ''ابا جان کیا ہم ایسے ہیں کہ آپؓ کو نیا کفن بھی نہیں دے سکتے''؟ کہنے لگے ''نہیں، نئے کپڑے کا حقدار تو زندہ انسان ہوتا ہے۔ مردے کے جسم کے لئے تو خون اور پیپ ہے۔ میرے لئے یہ پرانا کپڑا ہی ٹھیک ہے۔'' نزع کے وقت ان کی بیٹی حضرت عائشہؓ ان کے پاس بیٹھی تھیں تو انہوں نے باپ

کی زندگی کے آخری لمحات دیکھ کر حاتم کا یہ شعر پڑھا

نعيك ما يغنى اشراء عن الفتى

اذا حشر جت يوما و ضاق بها صدر

"جب نزع کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور سانس نہ آنے کی وجہ سے سینہ گھٹنے لگتا ہے تو دولت انسان کے کام نہیں آتی۔"

یہ شعر سن کر حضرت ابوبکرؓ نے بیٹی کو دیکھ کر فرمایا، "بیٹی اس شعر کی بجائے قرآن کی یہ آیت پڑھو،

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (ق:۱۹)

"اور آ گئی موت کی بیہوشی حق کے ساتھ اور یہی وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔"

اس کے بعد پوچھا، "آج کونسا دن ہے؟ کہنے لگیں، "دوشنبہ۔" پھر پوچھا، "رسول اللہ ﷺ کا وصال کس روز ہوا تھا؟" انہوں نے کہا، "دوشنبہ کے روز۔" یہ سن کر فرمایا،

"تو پھر میری آرزو ہے کہ آج ہی کی رات اس فانی دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔" آخری دن بھی دوست کی محبت اور یاد نے ساتھ نہ چھوڑا۔ آپؓ کی یہ آخری آرزو بھی اللہ نے پوری کر دی اور دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی رات کو تریسٹھ برس کی عمر میں اواخر جمادی الاوّل ۱۳ ھ کو وفات پا گئے۔ آپؓ کی زبان سے آخری کلمات یہ نکلے

"رب توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین--"[٤٥]

"میرے رب! مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور نیکوکاروں میں شامل فرما۔"

انا لله و انا اليه راجعون

وصیت کے مطابق رات ہی کے وقت تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا۔ آپؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے غسل دیا اور حضرت عمر فاروقؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے قبر میں اتارا اور رسول اللہ ﷺ کے یہ سچے رفیق حضرت عائشہؓ کے حجرہ

میں آپ ﷺ کے پہلوئے مبارک میں اس طرح دفن ہوئے کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک کے برابر ہے۔

حضرت علیؓ نے اس مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر جہاں حضرت ابوبکرؓ کی میّت رکھی ہوئی تھی نہایت پُر درد طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔اس کا کچھ حصہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے،

''اے ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے۔آپؓ ساری قوم سے پہلے اسلام لے آئے آپؓ کا ایمان سراپا خلوص تھا۔آپؓ یقین میں سب سے زیادہ تھے۔غنیٰ میں آپؓ کا کوئی ثانی نہ تھا اور اسلام کے بارے میں آپؓ سب سے زیادہ تیز تھے۔رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آپؓ سب سے زیادہ محتاط تھے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں آپؓ بہت امین تھے۔اللہ کی قسم آپؓ سب سے زیادہ آگے نکل گئے آپؓ نے اپنے پیچھے آنے والوں کو سخت درماندہ کر دیا۔آپؓ خیر و برکت کے ساتھ کامیاب ہوئے۔آپؓ آہ وفغاں سے بالاتر ہیں۔ آپؓ کی مصیبت اہلِ آسمان پر بڑی ہے۔آپؓ کی رحلت کے غم نے لوگوں کو ہلا ڈالا ہے۔خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جیسی تکلیف آج پہنچی ہے مسلمانوں کو پھر نہیں پہنچے گی۔آپؓ مسلمانوں کے لیے ایک مظبوط قلعہ اور مونسِ جان تھے۔آپؓ منافقین پر سخت غیض وغضب تھے۔اللہ تعالیٰ آپؓ کو آپؓ کے نبی کریم ﷺ سے ملائے اور ہمیں آپ کے اجر سے محروم نہ کرے اور آپ کے بعد ہمیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔'' ۴۶

حضرت حسانؓ بن ثابت نے ان کے بارے میں فرمایا،

خیر البریة اتقاها و اعدلها بعد النبی و اوفاها بما حملا

''تمام مخلوق میں نبی ﷺ کے بعد تقوٰی وعدل کے لحاظ سے وہ سب سے بہتر ہیں اور جو ذمہ داری انہوں نے اٹھائی اسے پورا کر دیا۔''

جے جے سوندرس خلیفۂ اول کو خراجِ تحسین دیتے ہوئے لکھتے ہیں،

"The memory of the first Caliph was always cherished by the faithful as a man of simple loyalty and gentle kindness, whose steadfast calm was never ruffled by the most furious gale. His reign was shortbut its achievements were momentous: his cool firmness surmounted the crisis of the Ridda and reclaimed the Arabian nation for Islam and his resolve to subjugate Syria laid the foundation of the Arab world empire." ۴۷

''پہلے خلیفہ کی یاد ایمان والوں کے دلوں میں ہمیشہ ایک ایسے انسان کے طور پر جاگزیں رہی جو بے لوث وفاداری اور نرم ولطیف شفقت اور مہربانی کے حامل تھے اور جس کے مضبوط اور مستحکم سکون واطمینان کو تیز تر آندھی بھی ہلا نہ سکی۔ اگرچہ ان کا عہدِ حکومت مختصر تھا مگر انکے کارنامے عظیم تھے۔ ان کے استقلال نے مرتدین کے بحران پر قابو پا کر عرب قوم کو دوبارہ اسلام میں داخل کر دیا۔ ان کے تسخیرِ شام کے عزم نے عربوں کی عالمی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔''

اولادِ ابوبکر صدیقؓ

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر

حضرت اسماءؓ کی والدہ کا نام قُتیلہ تھا اور مکہ معظّمہ میں ہجرت نبوی سے ستائیس برس قبل پیدا ہوئیں۔ اسلام لانے والوں میں آپؓ کا شمار سابقون الاولون میں اٹھارویں نمبر پر ہوتا ہے۔ آپؓ کا نکاح حضرت زبیر بن عوامؓ سے ہوا جو اصحاب مبشرہ میں سے ہیں۔ آپؓ رسولؐ کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت حضرت اسماءؓ حاملہ تھیں اور قبا کے مقام پر آپؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کو جنم

دیا۔اس لحاظ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ کے مہاجر مسلمانوں کے نومولود اوّل تھے۔اس سے پہلے یہود مدینہ نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر کے ان کا سلسلہءِ نسل منقطع کر دیا ہے۔اس لیے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی پیدائش کی خبر سنتے ہی سب مسلمانوں نے اس قدر بلند آواز سے تکبیر پڑھی کہ گردو نواح کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔گویا کہ بے پایاں مسرت کی ایک لہر تھی جو تمام مسلمانوں میں دوڑ گئی۔حضرت زبیرؓ کے علاوہ آپؓ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں جن کے نام عبداللہؓ، عروہؓ، منذرؓ، مہاجرؓ، عاصمؓ، خدیجۃ الکبریٰؓ، ام الحسنؓ اور عائشہؓ ہیں۔حضرت اسماءؓ بہت عبادت گزار خاتون تھیں لہٰذا آپؓ کے پاس ہر طرح کے مریض دعا کروانے آتے۔علم وفضل کے لحاظ سے بھی آپؓ اونچا مقام رکھتی ہیں اور چھپن روایات آپؓ سے مروی ہیں۔حجاج ثقفی نے آپؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کر کے ان کی لاش تین دن تک تختہ دار پر لٹکی رہنے دی۔جب آپؓ نے یہ کہا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوار اپنی سواری سے نیچے اترے تو حجاج نے ان کے بیٹے کی لاش اتروالی۔آپؓ کا صبر ضرب المثل ہے۔آپؓ نے طویل عمر پائی اور ان چند ہستیوں میں سے ہیں جنھوں نے زمانہ جاہلیت، دورِ رسالت، خلفائے راشدین کا عہد اور اس کے بعد کا زمانہ بھی دیکھا۔آپؓ نے سو برس کی عمر میں ۷۳ ہجری میں مکہ میں انتقال فرمایا۔؎۴۸

حضرت عائشہؓ

ام المومنین حضرت عائشہؓ کا لقب صدیقہ اور حمیرا تھا اور کنیت اُمِّ عبداللہ تھی۔ آپؓ کی والدہ کا نام اُمِّ رُمان بنت عامر تھا۔حضرت عائشہؓ بعثت نبوی کے چار سال بعد ماہ شوال میں پیدا ہوئیں۔آپؓ کا نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی ماہ شوال میں ہوئی۔اس سے پہلے اہل عرب اس مہینے کو منحوس سمجھتے تھے مگر اس کے بعد لوگوں کے دلوں سے یہ وہم دور ہوا۔آپؓ محدثہ ہونے کے علاوہ فقہی اور اجتہادی مسائل میں بھی عبور رکھتی تھیں اور اپنے وقت کی بلند پایہ خطیب بھی تھیں۔آپؓ نے دوشنبہ کو سترہ رمضان المبارک کو وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔؎۴۹

حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ

حضرت عبداللہ حضرت اسماءؓ کے حقیقی بھائی تھے۔آپؓ بھی اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھےاور یوں آپؓ کا شمارالسابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ہجرت مدینہ کے وقت بھی آپؓ ہی رسول ﷺ اور ابوبکر صدّیقؓ کو غارثور میں مکہ کے حالات بتایا کرتے تھے۔آپؓ کی شادی حضرت سعید بن زید کی بہن عاتکہؓ بنت زید بن عمر بن نفیل سے ہوئی لیکن آپؓ کی کوئی اولاد نہ تھی۔آپؓ نے فتح مکہ اورغزوات حنین وطائف میں شرکت کی۔معرکہ طائف میں ہی آپؓ کو تیر لگا جس کا زخم وقتی طور پر مندمل ہو گیا لیکن رسولؐ کی وفات کے چالیس روز بعد پھر پھوٹ پڑا اوراس مرتبہ جان لیوا ثابت ہوا۔۵۰ آپؓ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ،حضرت عمر فاروقؓ اورحضرت طلحہ بن عبیدؓ قبر میں اترے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ

آپؓ حضرت عائشہؓ کے حقیقی بھائی تھے۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے غزوہ بدر اورغزوہ احد میں مشرکین مکہ کی طرف سے شرکت کی مگر صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے اورمدینہ میں آکر اپنے والد

کے ساتھ قیام کیا۔صلح حدیبیہ کے بعد کے غزوات میں مسلمانوں کی طرف سے شرکت کی اور جنگ یمامہ میں خاص طور پر آپؓ نے بہادری کے جوہر دکھائے۔آپؓ کی اولاد میں دولڑکے ابوعتیق محمدؒ اورعبداللہؒ اوردو لڑکیاں ،حفصہؒ اوراسماءؒ تھیں۔ان سب نے حضرت عائشہؓ کی آغوش میں تربیت پائی۔آپؓ نے ۵۳ ہجری میں وفات پائی۔۵۱

حضرت محمد بن ابی بکرؓ

محمد بن ابی بکرؓ،حضرت ابوبکرؓ کے بیٹوں میں سب سے چھوٹے تھے۔آپؓ ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت

اسماءؓ بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئے۔حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے حضرت علیؓ سے نکاح کر لیا۔اس وقت آپؓ کی عمر تین سال تھی اور یوں آپؓ کو حضرت علی کی آغوش میں بھی پرورش کی سعادت حاصل ہوئی۔مصر میں آپؓ کا مقابلہ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ہوا، آپؓ شکست کھا کر گرفتار ہوئے۔اور معاویہ بن خدیج نے آپؓ کو قتل کرا ڈالا۔حضرت عائشہؓ نے آپؓ کے بیٹے قاسمؒ کو گود میں لے لیا۔۵۲ قاسمؒ اپنے دور کے بڑے فقیہ تھے۔

ام کلثومؓ

آپؒ حضرت حبیبہ بنت خارجہؓ کے بطن سے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔آپؒ سے متعدد روایات مروی ہیں۔

ابوبکرؓ کے چند اقوال زریں

۱) جب تم مشورہ طلب کرو تو راست گوئی سے کام لو تمہیں مشورہ دیا جائے گا، مشیر سے اپنی بات نہ چھپاؤ ورنہ غلط مشورے کا وبال تم پر ہوگا۔

۲) جب تم سے نیکی کا موقع نکل جائے تو اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اگر تم اسے پالو (یعنی نیکی کا موقع مل جائے) تو اس میں سبقت کرو۔

۳) جس شخص میں چار صفات ہوں وہ پسندیدہ لوگوں میں سے ہے۔جو توبہ کرنے والے کو دیکھ کر فرحت محسوس کرے، گناہ گار کے لئے مغفرت طلب کرے، کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دُعا کرے اور محسن کی اعانت کرے۔

۴) اپنی اصلاح کر لے لوگ تیرے لئے بہتر ہو جائیں گے۔

۵) بہترین دانائی تقویٰ ہے، سب سے بڑی حماقت گناہ ہے، سب سے بڑی سچائی امانت اور سب سے بڑا جھوٹ خیانت ہے۔

۶) اللہ نے بشارت کو خوف کے ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ بندہ شوق وخوف دونوں کے ساتھ زندگی گزارے۔

۷) یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے باطن سے ایسے ہی آگاہ ہے جیسا کہ وہ تمہارے ظاہر سے آگاہ ہے۔

۸) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری نگرانی ہو رہی ہے۔

۹) کثرت کلام بعض باتوں کے بھول جانے کا باعث بنتی ہے۔

۱۰) ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ ہدایت سے محروم کردے وہ گمراہ ہے، اور ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ عافیت نہ دے وہ آزمائش ومصیبت میں ہے، ہر وہ شخص جس کی اللہ مدد نہ کرے وہ بے یارو مددگار ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو اللہ گمراہ کردے تو وہی گمراہ ہے۔

۱۱) تین چیزیں ایسی ہیں جس کسی میں ہوں گی وہ اس کے لئے وبال ہوں گی: سرکشی، عہد شکنی اور دھوکہ۔

۱۲) اللہ اس شخص کی مدد فرمائے گا جس نے اپنے بھائی کی مدد کی۔

۱۳) نیک انسان برائی کے مقامات سے اجتناب کرتا ہے۔

۱۴) اس مال میں کوئی خیر نہیں جس کا انجام جہنم ہو، اور اس آزمائش میں کوئی شرم نہیں جس کے بعد جنت ہو۔

۱۵) معافی اور سزا کا تعین کرتے وقت تمہاری بات پختہ ہونی چاہیئے۔

۱۶) موت اپنے سابقہ مراحل کی نسبت سب سے زیادہ بھاری ہے۔

۱۷) آپؓ اپنی زبان کو پکڑ کر کہا کرتے تھے، ''یہ وہ ہے جس نے مجھے کٹھن مقامات تک پہنچایا۔''

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

حوالہ جات

١۔ صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ (٣٦٥٦)

٢۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ ام رمان، ابن حجر العسقلانی، ج ۴

٣۔ صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ (٣٦٧٨)

۴۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، (٣٩٠٥)

۵۔ صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار (٣٩٠٥)

٦۔ صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار (٣٩٠٥)

٧۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر (۴٦٦٣)

٨۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، (٣٩٠٦)

٩۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، (٣٩٠٦)

١٠۔ صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، (٣٩٢٦)

١١۔ تفسیر احسن البیان، سورۃ القمر، ۴۵

١٢۔ صحیح بخاری کتا بفضائل اصحاب النبی ﷺ (٣٦٥)

١٣۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، (٣٦٦٨)

١۴۔ Abu Bakr the Caliph, Abdul Aziz

١٥۔ تاریخ طبری ص ١٨٥، جعفر محمد بن جریر طبری

١٦۔ تاریخ طبری ص ١٧۴٩، ج دوئم، جعفر محمد بن جریر طبری

١٧۔ تاریخ طبری ص ١٨٦٣، ج دوئم، جعفر محمد بن جریر طبری

١٨۔ A Short History Of The World,Pg. 169 ,170 H.G. Wells

۱۹۔ فتوح البلدان، بلاذری (۵۱۱)

۲۰۔ کنزالعمال، ج۳ بحوالہ ابنِ سعد

۲۱۔ تاریخ الخلفاء ص۱۰۴، جلال الدین سیوطی

۲۲۔ تاریخ الخلفاء، ص۸۱، جلال الدین سیوطی

۲۳۔ مسند احمد، ج۱، ص۲، ۳

۲۴۔ تاریخ الخلفاء، ص۱۰۳، جلال الدین سیوطی

۲۵۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، (۳۶۵۴)

۲۶۔ صحیح مسلم، فضائل الصحابہؓ (۶۱۸۲)

۲۷۔ صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، (۳۶۶۶)

۲۸۔ صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، (۳۶۶۲)

۲۹۔ ترمذی، مناقب کا بیان، مناقب ابی بکرؓ

۳۰۔ صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، (۳۶۶۱)

۳۱۔ صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، (۳۶۶۱)

۳۲۔ جامع ترمذی باب المناقب (۳۶۰۳ حوالہ شاملہ)

۳۳۔ The Preaching of Islam,Pg.12, T.W. Arnold

۳۴۔ صحیح بخاری فضائل اصحاب النبی ﷺ، (۳۶۶۳)

۳۵۔ تاریخ الخلفاء، ص۱۱۰، جلال الدین سیوطی

۳۶۔ صحیح بخاری کتاب فرض الخمس، (۳۱۳۷)؛ قصہ عمان و بحرین (۴۰۳۲ بحوالہ شاملہ)

۳۷۔ صحیح بخاری کتاب الادب، (۶۱۴۰)

۳۸۔ کنزالعمال، ج۶، ص۳۱۶

۳۹۔صحیح بخاری، کتاب البیوع (۲۰۷۰)؛المنتظم فی تاریخ الامم والملوک،عبدالرحمٰن ابن الجوزی،ص ۱۷

۴۰۔الادب المفرد،محمد بن اسماعیل بخاری،(۷۶۱)

۴۱۔صحیح بخاری کتاب اللباس،(۵۷۸۴)

۴۲۔اسد الغابہ،ج ۳،۲۱۷

۴۳۔صحیح بخاری کتاب المغازی (۴۰۰۵)

۴۴۔تاریخ طبری ص ۲۴۰،حصہ دوئم ،جعفر محمد بن جریر طبری

۴۵۔تاریخ طبری ص ۲۴۹،حصہ دوئم ،جعفر محمد بن جریر طبری

۴۶۔کنز العمال (برحاشیہ مسند احمد حنبل)،ج ۴،ص ۷۔۳۶۶

۴۷۔A History Of Medieval Islam, Pg. 44, J.J.Saunder

۴۸۔الاستیعاب فی معرفۃ الصحابۃ،ابن عبدالبر،ج ۴ص ۲۱۸۔۲۲۹

۴۹۔الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ،ابن حجر العسقلانی،ج ۴ص ۳۵۰

۵۰۔الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ،ابن حجر العسقلانی،ج ۲ص ۲۷۹

۵۱۔الاستیعاب فی معرفۃ الصحابۃ،ابن عبدالبر،ج ۲ص ۳۹۳

۵۲۔الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ،ابن حجر العسقلانی،ج ۳ص ۴۵۱

اس کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ سیر الصحابہؓ ،معین الدین ندوی   ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

۲۔حیات ابوبکر،علی الاطنطاوی   ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

۳۔خلیفۃ الرسول،طالب ہاشمی   البدر پبلیکیشنز

۴۔تاریخ الخلفاء،جلال الدین سیوطی   نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

۵ـ Rise and Fall of Caliphate, William Muir.

٦ـ Abubakr The Caliph,Hugh Kennedy

we are just Away

A Call

0092-51- 226 1759

0092-21- 431 3273

001-905- 624 2030

A Click

www.alhudapk.com

www.farhathasmi.com

www.alhudainstitute.ca